ربیع الاول
۱۴۴۶ھ

جامعہ دارالعلوم کراچی
کا ترجمان

ماہنامہ

البلاغ

اکتوبر
2024ء

بانی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

هٰذا بلاغٌ للناس

جامعہ دارالعلوم کراچی کا ترجمان

ماہنامہ البلاغ

جلد ۶۰ شمارہ ۳

ربیع الاول ۱۴۴۶ھ اکتوبر ۲۰۲۴ء

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

مجلسِ ادارت

مدیر: مولانا عزیز الرحمٰن صاحب

مولانا راحت علی ہاشمی صاحب

نائب مدیر: مولانا محمد حنیف خالد صاحب

جنید اشفاق اٹکی

فرحان صدیقی

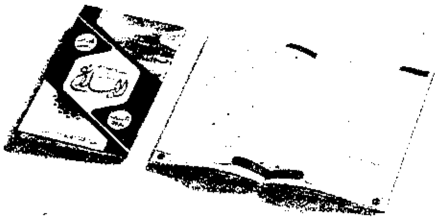

قیمت فی شمارہ	اندرون ملک =/80 روپے
سالانہ زرِ تعاون	=/850 روپے
بذریعہ رجسٹری	=/1000 روپے
بیرون ممالک	امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک 50 امریکی ڈالر سعودی عرب، انڈیا، متحدہ عرب امارات، ایران اور بنگلہ دیش 40 امریکی ڈالر

وضاحت:
ماہنامہ "البلاغ" میں اشتہارات کا مقصد صرف تشہیر ہے۔
ادارہ معاملات کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

بینک اکاؤنٹ نمبر

Title : Albalagh Urdu
IBAN # : PK04MEZN009928
AC # : 9928-0100569829

+92 318 2735670

monthlyalbalagh@gmail.com

+92 21 35049774-6 / +92 21 35123222

ناشر: محمد تقی عثمانی
پرنٹر: القادر پرنٹنگ پریس کراچی

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ البلاغ جامعہ دارالعلوم کراچی
کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی ۷۵۱۸۰

ترتیب

ذکر و فکر

فرزند اسلام مرحوم اسماعیل ہانیہ کی ایران میں پراسرار شہادت اور عالم اسلام کے جذبات واحساسات	محمد حنیف خالد	۰۳

آسان تفسیرِ قرآن

آسان تفسیرِ قرآن (تفسیر سورۃ الفاتحہ)	محمد تقی عثمانی	۰۹

مقالات و مضامین

تحریک تجدد کا پس منظر اور اس کی فکری بنیاد میں (دوسری قسط)	محمد تقی عثمانی	۱۳
نفلی صدقہ اور صدقہ جاریہ (چھٹی قسط)	حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب	۱۹
قرارداد مقاصد، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور چند معاصر کالم نگار (پہلی قسط)	جناب سعود عثمانی صاحب	۲۷
ملکی معاشی استحکام کے لئے حکمت عملی سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں (پہلی قسط)	مولانا نور اکرم صاحب	۳۹
سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ	مفتی احمد عبداللہ یاسر قاسمی	۵۱
نعت رسول مقبول ﷺ	جناب سعود عثمانی صاحب	۵۷
غزہ کا خط (نظم)	جناب وفا مدراسی صاحب	۶۱

آپ کا سوال	جامعہ کے شب و روز	نقد و تبصرہ
مولانا ڈاکٹر محمد حسان اشرف عثمانی صاحب	مولانا راحت علی ہاشمی صاحب	ابو معاذ
۶۵	۶۷	۷۰

محمد حنیف خالد

فرزندِ اسلام مرحوم اسماعیل ہانیہ کی ایران میں پراسرار شہادت
اور
عالم اسلام کے جذبات واحساسات

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اس کارخانہِ عالم کو وجود بخشا
اور
درود وسلام اسکے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

۲۳اور ۲۴ محرم الحرام ۱۴۴۶ھ مطابق ۳۰،۳۱ جولائی ۲۰۲۴ءمنگل اور بدھ کی درمیانی رات تقریباً دو بجے حماس کے سیاسی ونگ کے سربراہ ، عالم اسلام کے عظیم ہیرو ،نامور فلسطینی قائد اور سابق وزیر اعظم اسماعیل ہانیہ کوان کے محافظ وسیم ابوعثمان کے ہمراہ ایران کے دارالحکومت تہران میں شہید کردیا گیا۔

اسماعیل ہانیہ ایران میں نومنتخب صدر مسعود پزشکیان کی تقریب حلف برداری میں شرکت کے لئے تہران کے سرکاری مہمان خانے میں مقیم تھے،ایرانی ذرائع کے مطابق ان پر گائیڈڈ میزائل سے حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں وہ اوران کے محافظ شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوگئے

حضور خلد کا دنبہ نہ لائے جبرائیل
حضور ہوگئے اب کے شہید اسماعیل

ایران اور پاکستان میں حماس کے نمائندے ڈاکٹر خالد القدومی بھی اُسی عمارت میں مقیم تھے

جہاں مقبوضہ فلسطین کی مزاحمتی تنظیم حماس کے سربراہ اسماعیل ہانیہ کو حملہ کر کے شہید کیا گیا، انہوں نے اپنے انٹرویو میں نیویارک ٹائمز کی رپورٹ کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ متعلقہ کمرے اور شہید اسماعیل ہانیہ کی لاش کی حالت بتا رہی تھی کہ یہ فضا سے گرائی جانے والی کسی چیز یا میزائل حملے کا نتیجہ ہے، خالد قدومی نے مزید کہا کہ ہمیں ایسے دشمن کا سامنا ہے جو بات چیت کا قائل نہیں ہے وہ صرف قتل و غارت گری ہی کو کامیابی کی کلید سمجھتا ہے۔

اسماعیل ہانیہ اور وسیم ابوعثمان کی پہلی نماز جنازہ تہران میں ادا کی گئی جس میں لوگوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی، دوسرے روز ان کے جسد خاکی فلسطینی پرچموں میں لپیٹ کر تہران سے قطر کے دارالحکومت دوحہ کے ائیر پورٹ پر پہنچائے گئے، جہاں حماس کے رہنماؤں، قطری حکام اور اہلِ خانہ کے افراد نے شہداء کا استقبال کیا، اس موقع پر لواحقین نے کمال صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا، نماز جمعہ کے بعد شہید اسماعیل ہانیہ کی نماز جنازہ ادا کی گئی جس کے بعد وہ دوحہ کے الوسیل قبرستان میں علامہ یوسف القرضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے، نماز جنازہ میں امیر قطر شیخ تمیم بن حمد، ترک وزیر خارجہ، خالد مشعل، اسماعیل ہانیہ کے بیٹے، فلسطینی تنظیموں، الفتح، اسلامی جہاد، جماعت اسلامی پاکستان کے امیر حافظ نعیم الرحمن اور دنیا بھر سے مختلف ممالک کے رہنماؤں اور عوام کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ امیر قطر اور ترک وزیر خارجہ نے حماس رہنما خالد مشعل سے تعزیت کا اظہار کیا، اس موقع پر تاحد نگاہ لوگ ہی لوگ تھے، گویا انسانوں کا سیلاب امڈ آیا تھا، سوگوران نے فلسطینی پرچم تھام رکھے تھے، فضا نعرۂ تکبیر اللہ اکبر سے گونج رہی تھی ؂

قبائے نور سے سج کر لہو سے باوضو ہو کر
وہ پہنچے بارگاہ حق میں کتنے سرخرو ہو کر

اسماعیل ہانیہ اپنی دلیری اور شجاعت کے باعث نہ صرف فلسطینی عوام بلکہ پوری امت مسلمہ میں بہت مقبول تھے، عالم اسلام کے محبوب قائد، عزم و شجاعت اور استقامت کی علامت تھے، فلسطین و اسرائیل جنگ میں مجاہدینِ اسلام کی امیدوں کا مرکز تھے، عزم و ہمت، غیرت و حمیت، جرأت و شجاعت اور ذہانت و دور اندیشی میں اپنی مثال آپ تھے، انہوں نے کبھی بھی فلسطین کی آزادی پر سمجھوتہ نہیں کیا، ان کی جدوجہد کا مرکز

محور حماس ہی تھی، ان کی ساری زندگی فلسطین پر اسرائیلی قبضے کے خلاف جدوجہد کرتے ہوئے گذری، کبھی کوئی ایسا موقع نہیں آیا جہاں ان کے قدم ڈگمگائے ہوں، واقعی وہ انتہائی مدبر فلسطینی رہنما تھے، جو اسرائیل کے مقابلے میں کامیاب مزاحمت سے ہمکنار ہوئے۔

استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ" ان جیسے جری اور غیرت مند فرد صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں، انہوں نے جو بار الم خندہ پیشانی سے اُٹھائے ان کے بوجھ سے کوہ ہمالیہ بھی ریزہ ریزہ ہوجائے، آپ رحمۃ اللہ علیہ مشیت الٰہی پر تسلیم ورضا کے ایسے پیکر تھے کہ یکے بعد دیگرے تین بیٹے، چار پوتے پوتیاں اور خاندان کے 65 قریبی رشتہ داروں کی شہادتیں بھی ان کے پائے استقامت میں لرزش نہ لاسکیں"

اسماعیل ہانیہ کے خاندان کی بھرپور جرأت اور بے مثال حمیت کا اندازہ کیجئے کہ شہادت کے فوراً بعد ان کی بھتیجی نے بیان جاری کیا جس میں انہوں نے کہا کہ " ہمارے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے ہیں مگر چچا جان ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ جو کام آپ ادھورا چھوڑ کر گئے ہیں ہم اپنے جنازوں کے ذریعے اس کو پورا کریں گے اس کے لئے ہم اپنی زندگیاں پیش کریں گے"۔

شیخ اسماعیل ہانیہ کے بیٹے عبدالسلام ہانیہ نے کہا کہ" میرے والد نے جس چیز کی خواہش کی تھی وہ حاصل کرلی، ہمیں اپنے والد پر فخر ہے، وہ ہر روز اپنے آپ کو شہید تصور کرتے تھے، قیادت کو شہید کرنے سے فلسطینی مزاحمت ختم نہیں ہوگی۔ آزادی کے حصول تک حماس مزاحمت جاری رہے گی"۔ اسماعیل ہانیہ کی صاحبزادی نے اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میرے والد کی شہادت نہ صرف آپ کی قابض حکومت کے خلاف فتح کا باعث بنے گی بلکہ یہ فلسطین کی فتح کی علامت بھی ہوگی، انہوں نے مزید کہا کہ" اے نیتن یاہو اگر آپ کو لگتا ہے کہ میرے والد کی شہادت سے آپ کو کچھ راحت ملے گی اور آپ اپنے مشن میں جیت گئے ہو تو ایسا ہرگز نہیں، شکست آپ کا مقدر بن چکی ہے"۔

اسماعیل ہانیہ کی اہلیہ نے اپنے شہید شوہر کا دیدار کرتے ہوئے دعا کی کہ " اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو، میرے حبیب ! غزہ کے تمام شہداء کو میرا اسلام کہنا، ہمارے لیڈر شیخ احمد یاسین کو بھی میرا سلام کہنا "۔

ابوالعبد اسماعیل عبدالسلام ہانیہ ۲۳؍جنوری ۱۹۶۲ء کوغزہ شہر کے ساحل پر واقع ایک پناہ گزین کیمپ میں پیدا ہوئے جہاں ان کے خاندان نے مقبوضہ ضلع عسقلان کے گاؤں الحوراء سے ہجرت کرکے پناہ لی تھی، عسقلان فلسطین کی وہ قدیم اور مردم خیز بستی ہے جہاں امیر المؤمنین فی الحدیث امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی نابغہ روزگار ہستی نے جنم لیا، اور یہی وہ عسقلان ہے جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ تمہارا بہترین جہاد رباط (سرحد کی پہرہ داری) ہوگا اور تمہارا بہترین رباط عسقلان ہوگا، انہوں نے ۱۹۸۷ء میں غزہ کی اسلامی یونیورسٹی سے عربی ادب میں ڈگری حاصل کی، ۲۰۰۹ء میں اسی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری بھی حاصل کی، ۱۹۸۸ء میں حماس کے قیام کے وقت ایک نوجوان بانی رکن کی حیثیت سے اس تنظیم میں شامل ہوئے، ۱۹۹۷ء میں وہ حماس کے بانی رہنما شیخ احمد یاسین کے پرسنل سیکریٹری بن گئے، ۲۰۰۶ء میں فلسطین کے انتخابات میں واضح اکثریت حاصل کرکے فلسطینی حکومت کے سربراہ یعنی وزیر اعظم بن گئے، ۲۰۱۷ء میں اسماعیل ہانیہ کو حماس کا سربراہ مقرر کیا گیا، وہ متعدد مرتبہ امن مذاکرات کا حصہ رہے، اسماعیل ہانیہ پر کئی بار قاتلانہ حملے ہوئے، جن میں اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی تاآنکہ ۳۱؍جولائی ۲۰۲۴ء بدھ کی رات کو ایرانی دارالحکومت تہران میں اسماعیل ہانیہ اور ان کے محافظ کو ایک میزائل حملے میں شہید کردیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون. ان للہ ما أخذ و له ما اعطیٰ وکل شئی عندہ بأجل مسمی فلنصبر و لنحتسب

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
لہو جو ہے شہید کا وہ قوم کی زکوٰۃ ہے

یہ المناک واقعہ ایران کے دارالحکومت تہران میں پیش آیا ہے جس نے ایران کے سیکورٹی سسٹم اور دفاعی صلاحیتوں سے متعلق بڑے سوالیہ نشان قائم کردیئے ہیں، اسرائیل نے اگرچہ علانیہ اس قتل کی ذمہ داری قبول نہیں کی مگر اس کے باوجود ایران نے اسرائیل سے بدلہ لینے کا اعلان کیا ہے، دیکھنا یہ ہے کہ ایران اس بارے میں کیا کارروائی کرتا ہے، تادمِ تحریر تو ایسی کوئی کارروائی نظر نہیں آئی جبکہ اس سنگین واردات کو تقریباً ایک ماہ ہونے کو ہے۔ بہرحال اس سانحے کی تمام تر تفصیلات کو منظر عام پر لانا ایرانی حکومت کی ذمہ داری ہے

جس کی پوری امت مسلمہ شدت سے منتظر ہے۔

اس واقعے میں اگر ایران کے اندر موجود زیر زمین اسرائیلی انٹیلی جنس نیٹ ورک موجود ہے یا ایرانی حکومت میں شامل کچھ عناصر کا تعاون شامل ہے تو اسے بھی فوری طور پر بے نقاب کرنا ضروری ہے تاکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو حقیقی اور صحیح صورتحال سے واقفیت حاصل ہو سکے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسماعیل ہانیہ کی شہادت ایک اندوہناک واقعہ ہے جس سے پوری امت مسلمہ کے قلوب زخمی ہیں مگر اس کا ایک مثبت پہلو یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے مسلمانوں میں بیداری کی ایک نئی لہر پیدا ہوئی ہے جس کے نتیجے میں تمام مسلمان نئے جوش وجذبہ سے سرشار ہو گئے ہیں، انہوں نے پوری دنیا کو واضح طور پر یہ پیغام دیا ہے کہ اسماعیل ہانیہ کا خون رائیگاں نہیں جائے گا، ہانیہ کی شہادت پر اگرچہ پورا عالم اسلام افسردہ ہے مگر اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ فلسطین کی جدوجہد آزادی کو مزید تقویت ملے گی، واقعہ یہ ہے کہ اس سے فلسطینی رہنماؤں کے حوصلے پست نہیں ہوئے بلکہ مزید بلند ہوئے ہیں، امت مسلمہ اور فلسطینی عوام کسی بھی صورت مسجد اقصی اور فلسطین کی آزادی سے دستبردار نہیں ہوں گے، چینی وزارت خارجہ کے ترجمان نے کہا ہے کہ تہران میں حماس رہنما اسماعیل ہانیہ کا قتل انتہائی زیادہ قابل مذمت ہے، یہ قتل خطے کو مزید انتشار کی طرف لے جاسکتا ہے، حماس کے سینئر رہنما خلیل الحیاء نے کہا ہے کہ اسماعیل ہانیہ کا خون فتح کی نوید لائے گا۔

پاکستان کی قومی اسمبلی کی منظور کردہ قرارداد میں اسماعیل ہانیہ کی شہادت پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے فلسطین میں فوری جنگ بندی کا مطالبہ کیا گیا ہے، تمام پارلیمانی جماعتیں گذشتہ دس ماہ سے فلسطینی عوام کے خلاف جاری اسرائیلی جبر و بربریت پر متحد ہو کر غم و غصے کا اظہار کر رہی ہیں، قرارداد کے مطابق پاکستان ہر قسم کی دہشت گردی کی مذمت کرتا ہے، اسماعیل ہانیہ کی شہادت کو امت مسلمہ اور پاکستان کے خلاف جنگ قرار دیتا ہے، اسرائیل کو دہشت گرد ریاست قرار دیتا ہے، قرار داد میں اسماعیل ہانیہ کی شہادت کو عظیم سانحہ قرار دیا گیا ہے۔

سیاسی اور مذہبی جماعتوں اور مسلم حکمرانوں کی طرف سے اس طرح کے بیانات میڈیا میں موجود ہیں جن

سے پتہ چلتا ہے کہ تمام مسلمان اسرائیل کا مقابلہ کرنے کے لئے پرعزم ہیں، ایک اسماعیل ہانیہ اللہ کو پیارا ہوا ہے تو ان شاء اللہ ہزار اسماعیل ہانیہ مزید پیدا ہوجائیں گے، دراصل اسرائیل نے ابھی تک تاریخ سے کوئی سبق نہیں سیکھا، کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ:

کہ رات جب کسی خورشید کو شہید کرے
تو صبح اِک نیا سورج تراش لاتی ہے

ظلمتوں کا جو بول بالا ہے
کوئی سورج نکلنے والا ہے

ہمیں خبر ہے کہ ہم ہیں چراغ آخر شب
ہمارے بعد اندھیرا نہیں اجالا ہے

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین۔

محمد حنیف خالد عفی عنہ
۲۰۔ صفر الخیر ۱۴۴۶ھ

☆☆☆

محمد تقی عثمانی

آسان تفسیرِ قرآن

تفسیر سورۃ الفاتحۃ

انسان کا اس دنیا میں آنے کا بنیادی مقصد

اس آیت میں دو لفظ استعمال کیے گئے ہیں؛ ایک عبادت اور ایک اِستعانت (مدد طلب کرنا)۔ عبادت کے لفظ میں ایک خاص مفہوم کی طرف اشارہ ہے اور استعانت میں ایک دوسرے مفہوم کی طرف اشارہ ہے۔ عبادت کا جو لفظ ہے، اُسی کو قرآنِ کریم نے انسان کی زندگی کا بنیادی مقصد قرار دیا ہے، چنانچہ سورۃ الذاریات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ [1]

اور میں نے جنات اور انسانوں کو اس کے سوا کسی اور کام کے لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔

قرآنِ کریم کی اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاف صاف یہ بات واضح فرمادی ہے کہ انسان کے اس دنیا میں آنے کا بنیادی مقصد اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت ہے اور اسی مقصد کے لیے انسان کو اس دنیا میں بھیجا گیا ہے۔

عبادت کا صحیح مفہوم

عبادت کے مفہوم میں عام طور پر اِفراط اور تفریط (کمی اور زیادتی) واقع ہوتی ہے، جس سے غلط فہمیاں

(۱) سورۃ الذاریات (۵۱): آیت (۵۶)

پیدا ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادت عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ لفظ کسی اور زبان میں اپنے پورے اور مکمل مفہوم کے ساتھ ادا نہیں کیا جا سکتا۔ جب ہم عربی لفظ کا کسی اور زبان میں ترجمہ کرتے ہیں تو اس کا مفہوم بہت محدود ہو جاتا ہے۔ مثلاً اس کا ترجمہ اگر اردو یا ہندی میں کیا جائے تو یہ ترجمہ ''پوجنا'' بنے گا، اگر فارسی میں کیا جائے تو ''پرستش'' ہوگا، اگر انگریزی میں کیا جائے تو (worship) ہوگا۔ ترجمے کے یہ تینوں الفاظ درحقیقت عبادت کے وسیع مفہوم کو پوری طرح ادا نہیں کرپاتے، کیوں کہ پوجنے میں یا پرستش میں یا (worship) میں درحقیقت کسی ایسے طریقے کی طرف اشارہ ہوتا ہے جس کے ذریعے بندہ اپنے آپ کو انتہائی عاجزی وانکساری کے ساتھ اپنے پروردگار کے سامنے یا اپنے معبود کے سامنے پیش کرے اور بس، لہٰذا عبادت کے جو خاص طریقے ہیں، انہی کو پرستش یا پوجا یا (worship) کہا جا سکتا ہے۔ اسلام میں جو عبادت کا مفہوم ہے وہ اس پرستش، پوجا اور (worship) سے زیادہ وسیع اور ہمہ گیر ہے۔

عبادت کا مفہوم اطاعت اور پرستش دونوں کو شامل ہے

عبادت کا لفظ درحقیقت عربی کے لفظ عبد سے نکلا ہے، اور ''عبد'' کے لغوی معنیٰ غلام کے ہوتے ہیں۔ اس لیے اس کا اگر صحیح ترجمہ کیا جائے تو وہ بندگی ہوگا اور بندگی کا مطلب یہ ہے کہ یہ دو چیزوں کا مجموعہ ہے؛ ایک پرستش اور دوسرا مکمل اطاعت۔ جس طرح غلام جو پہلے زمانے میں ہوا کرتے تھے۔ الحمدللہ آج کی دنیا میں کوئی غلام موجود نہیں ہے، لیکن پہلے جو غلام ہوا کرتے تھے۔ اُن کا قاعدہ یہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے آقا کے ہر حکم کی تعمیل کے ذمہ دار ہوتے تھے۔ اگر آقا اُن سے کہتا کہ تم کسی جگہ جا کر حکومت کرو، تو وہ حکومت کرنے کے پابند تھے، اور حاکم بن کر بیٹھ جاتے۔ اگر آقا اُن سے کہتا کہ فلاں جگہ جا کر جھاڑو لگاؤ، تو وہ جھاڑو لگانے کے پابند ہوتے، ان کا فرض ہوتا کہ وہ جا کر جھاڑو لگائیں۔ جس قسم کا بھی حکم آقا کی طرف سے آجاتا، وہ اس کے پابند ہوا کرتے تھے اور اس میں کسی وقت کی بھی پابندی نہیں تھی اور کسی کام کی بھی پابندی نہیں تھی۔

جس وقت بھی آقا جس کام کا بھی حکم دیتا، غلام کے ذمہ واجب ہوتا کہ وہ مطلوبہ کام سرانجام دے، لیکن ساتھ ساتھ غلام کی غلامی میں دو قسم کے اِستثناء تھے۔ آقا اُن سے ہر کام لے سکتا تھا، لیکن آقا کی ذمہ داری تھی کہ دو قسم کے کام ان سے نہ لے: ایک وہ کام جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو، لہٰذا اگر آقا اپنے غلام کو کوئی ایسا کام کرنے کو کہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف یا اس کی نافرمانی پر مشتمل ہے تو پھر غلام کے ذمہ اس کی اطاعت

واجب نہیں رہتی۔ اور دوسرا یہ کہ آقا کو اپنے غلام پر کوئی ظلم کرنے کا اِختیار نہیں تھا۔ اس کو کوئی ایسا حکم نہیں دے سکتا تھا جو اس کے اوپر ظلم کہلائے۔ ان دو پابندیوں کے ساتھ غلام اپنے آقا کے ہر حکم کو ماننے کا پابند تھا۔

جب ہم اللہ تعالیٰ کی غلامی اور بندگی میں آتے ہیں، تو پھر یہ دو استثناء بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ پہلا استثناء تو اس لیے ختم ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو حکم دے گا وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مشتمل نہیں ہوگا، کیوں کہ وہ تو خود حکم دے رہا ہے، لہٰذا اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس کے حکم کو بجالایا جائے، اس میں کوئی نافرمانی کا تصوّر ہی نہیں ہوسکتا۔ اور دوسرا استثناء اس لیے ختم ہوجاتا ہے کہ باری تعالیٰ جو بھی حکم دیتے ہیں وہ عدل وانصاف پر مشتمل ہوتا ہے، اس میں ظلم کا تصوّر بھی نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں فرمایا گیا:

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾ (۱)

اور تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

لہٰذا اب اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت یا بندگی کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہر حکم کی بِلا استثناء اطاعت و پرستش کی جائے، کیوں کہ عبادت کا ایک لازمی حصہ اطاعت اور دوسرا پرستش ہے اور پرستش سے مراد وہ خاص طریقے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو عاجز ترین اور پست ترین کرکے پیش کرنے کے ہیں، اور جو اللہ تبارک وتعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرّر فرمائے ہیں ان سب طریقوں کی بجا آوری بھی ضروری ہے، جیسے نماز کی ادائیگی جس طریقہ سے بتائی گئی ہے، اسی طرح پڑھنا ہمارے ذمہ ضروری ہے۔ روزہ جس طرح رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے، ہمیں اسی طرح روزہ رکھنا ضروری ہے۔ غرض صدقہ و زکوٰۃ دینا، خیرات کرنا یا حج وعمرہ کرنا، عبادت اور پرستش کے وہ خاص طریقے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مقرّر فرمائے ہیں اور جن کی پابندی لازمی ہے۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ درحقیقت بندگی کا عہد ہے

عبادت کا جو وسیع تر مفہوم ہے اس میں دونوں باتیں آجاتی ہیں، یعنی ایک طرف پرستش اور پرستش کے جو مقرّرہ طریقے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کے لیے اختیار کرنا، اور دوسرے اطاعت یعنی مکمل اطاعت جو اس کائنات

(۱) سورۃ حٰم سجدہ (۴۱): آیت۔ (۴۶)

میں سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے کسی کی نہیں ہے، لیکن اگر اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کسی کی اطاعت کا حکم دے دیں تو وہ اس وجہ سے واجبُ الاطاعت ہو جاتا ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔''(۱) رسول کی اطاعت کا حکم بھی چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دیا ہے، لہٰذا اس کی اطاعت بھی ہمارے ذمہ واجب ہوگئی ہے، لیکن اطاعت بالذات سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے کسی اور کی نہیں ہو سکتی۔

یہی وجہ ہے کہ والدین کی اطاعت کا بھی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، لیکن والدین کی اطاعت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ کسی گناہ کا حکم نہ دیں اور کسی نافرمانی کا حکم نہ دیں۔(۲) اسی سے معلوم ہوا کہ مکمل اطاعت بھی کسی اور کی نہیں ہو سکتی اور اطاعت بالذات بھی کسی اور کی نہیں ہو سکتی۔ ''اِیَّاکَ نَعۡبُدُ'' سے یہی کہلوانا مقصود ہے کہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، یعنی ہم مستقل اور بالذات اطاعت اور مکمل اطاعت کسی اور کی نہیں کریں گے۔

اسی طرح ''اِیَّاکَ نَعۡبُدُ'' میں یہ کہلوانا مقصود ہے کہ پرستش کے جو اعمال مقرر کیے گئے ہیں جیسے نماز ہے، قیام ہے، رکوع ہے، سجدہ ہے، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے نہیں کریں گے۔ یہ پیشانی اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے ٹِکے گی، کسی اور کے سامنے نہیں ٹِک سکتی۔ اسی واسطے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی اور مخلوق کو سجدہ کرنا بالکل منع ہے اور کسی انسان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرے، چاہے وہ کتنا ہی قابلِ تعظیم بزرگ ہو یا کتنا ہی قابلِ تعظیم نبی ہو، یا ولی ہو، یا بزرگانِ دین میں سے ہو۔ ان میں سے کسی کے آگے بھی سجدہ کرنا یا رکوع کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا جو پرستش کا طریقہ کہلاتا ہے، وہ سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے کسی اور کے لیے اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ ﴿اِیَّاکَ نَعۡبُدُ﴾ کہلوا کر بندے سے دو چیزوں کا عہد لیا جا رہا ہے کہ بندہ یہ عہد کرے کہ اے اللہ! میں پرستش بھی آپ کے سوا کسی کی نہیں کروں گا اور میں مکمل اطاعت یعنی اطاعت بالذات اور مستقل اطاعت بھی کسی اور کی نہیں کروں گا۔ جن مخلوقات کی اطاعت انسان کرتا ہے وہ بھی اس لیے کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے حکم نہ دیا ہوتا تو پھر ان کی اطاعت بھی واجب نہ ہوتی۔

☆☆☆

جاری ہے....

(۱) سورۃ النساء (۴): آیت (۵۹)

(۲) سورۃ العنکبوت (۲۹): آیت (۸)

محمد تقی عثمانی

تحریک تجدد کا پس منظر
اور اس کی فکری بنیادیں

(دوسری قسط)

فلسفوں کا تصادم

تحریک تجدّد کے پیدا ہونے کا دوسرا امکان اس وقت ہوتا ہے، جب دو فلسفے ٹکرا جائیں، اور ہم نے ابھی عرض کیا کہ عالمگیر پیمانے پر یہ صورت اسلام کے ساتھ دو مرتبہ پیدا ہوئی ہے،

ان میں سے پہلا موقعہ وہ تھا جب بنوعبّاس کے دور میں یونان کا فلسفہ عربی میں منتقل ہوا، اور ذہین طبقوں میں اسے ذوق وشوق کے ساتھ پڑھا گیا، یہ فلسفہ اپنی روح کے اعتبار سے اسلام سے یکسر منافی تھا، اور ''عقلیّت'' کا نظر فریب لبادہ اوڑھ کر اسلام کے مقابلے پر آیا تھا، جن لوگوں نے اسلام کی تعلیمات اور اس کے فلسفے کو ٹھیک نہیں سمجھا تھا، انہیں اس فلسفے میں بڑی جان اور اس کے نظریات میں بڑی دلکشی محسوس ہوئی، چنانچہ ان میں سے بعض نے تو پورے طور سے اس فلسفے کو قبول کرلیا، اور اسلام سے علی الاعلان خارج ہوگئے، اور بعض لوگوں کو یہ جرأت نہ ہوئی، تو ان کی ذہنی کشمکش نے ''تجدّد'' کی تحریک کو جنم دیا، اور یونانی فلسفہ اور اسلام میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی کاوشیں شروع ہوگئیں، یونانی فلسفے کی رُو سے اسلام پر جو اعتراضات وارد ہوتے تھے، ان سے بچنے کے لئے بہت سے لوگوں نے فلسفہ یونان پر آزاد تنقید کرنے کی بجائے خود اسلام کے نظریات میں ترمیم کرنی شروع کردی، جس کے نتیجے میں بیشمار کلامی فرقے پیدا ہوئے، معتزلہ، جبریہ، قدریہ، مجسّمہ وغیرہ سب اسی ''تجدّد'' کی پیداوار ہیں۔

لیکن خدا کا پسندیدہ ابدی دین ان وقتی ہنگاموں سے مسخ ہونے والا نہیں تھا، اس دور کے علماء بیدار مغز، بلند حوصلہ، اور عالی ہمت تھے، انہوں نے پوری خود اعتمادی کے ساتھ تنقیدی نگاہ سے پورے فلسفۂ یونان کو کھنگالا، اس کے اصول اور نفسیات سے واقفیت حاصل کی، اور پھر اس کے ایک ایک مزعومے کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں، ان حضرات کی یہی کاوشیں آج تک علم کلام کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہیں، امام رازیؒ کی "تفسیر کبیر" اور امام غزالیؒ کی "تہافت الفلاسفہ" اسی سلسلے کی وہ کڑیاں ہیں جنہوں نے یونانی فلسفے کے ایوانوں میں زلزلہ ڈال دیا تھا، چنانچہ کچھ دن اقتدار اور قوت کے بل پر تو یہ فلسفہ زندہ رہا، مگر جب وہ اقتدار کی پشت پناہی سے محروم ہوا تو اس کی ساری عقلیت کا طلسم ٹوٹ گیا، اور اس نے جن فرقوں کو جنم دیا تھا، وہ اپنی موت آپ مر گئے۔ آج معتزلہ، جبریہ، قدریہ اور جہمیہ کا نام اور ان کے کارنامے "کتاب الملل والنحل" میں تو نظر آتے ہیں، مگر عملی دنیا میں ان کا ہر نقش باطل مٹ چکا ہے۔

یہ اسلامی فلسفے سے کسی دوسرے فلسفے کے تصادم کا پہلا تجربہ تھا، جو ہمارے اسلاف کی روشن خیالی، وسعت نظر اور معاملہ فہمی کی بناء پر سو فی صدی کامیاب رہا، اس کے بعد عالم اسلام کی مختلف جگہوں پر جزوی طور سے تجدّد کی تحریکیں پیدا ہوئیں، مگر وہ عالمگیر نہ تھیں، مثلاً ہندوستان میں اکبر بادشاہ کے زمانے میں دین الٰہی کا فتنہ اٹھا، اور ابوالفضل اور فیضی جیسے لوگوں نے اسے اسلام کے مطابق ثابت کرنا چاہا لیکن حضرت مجدّد الف ثانی کی انتھک کوششوں نے اس فتنے کے بھی پرخچے اڑا دیئے۔

لیکن آج ہم اسی قسم کے ایک دوسرے عالمگیر تجربے سے دوچار ہیں، اور وہ مغربی فلسفے کے اسلام سے ٹکرانے کی بناء پر پیدا ہوا ہے، جس طرح اسلام کے پاس اپنا فلسفہ اور تہذیب دونوں ہیں، اسی طرح آج ترقی یافتہ مغربی اقوام کے پاس بھی یہ دونوں چیزیں موجود ہیں، لہٰذا ان کی تہذیب ہماری تہذیب سے اور ان کا فلسفہ ہمارے فلسفے سے براہِ راست ٹکرا رہا ہے، اس ٹکراؤ سے پھر "تجدّد" کی تحریکیں نمودار ہوتی ہیں، اور احساسِ کمتری میں مبتلا انسانوں کا ایک گروہ ایک بار پھر مغربی تہذیب کو اسلامی تہذیب سے، اور مغربی فلسفے کو اسلامی فلسفے سے ہم آہنگ قرار دینے کی فکر میں ہے، اور ایک ایسا "اسلام" تیار کرنا چاہتا ہے جو مغربی طرز زندگی سے پوری طرح میل کھانے والا ہو، خواہ اس مقصد کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اسلام سے کتنی ہی دور کیوں نہ ہو جانا پڑے۔ یہی "تجدّد" کا وہ رُجحان ہے جس کے بارے میں ہم عرض کر چکے ہیں

کہ وہ عالم اسلام کے ہر گوشے میں فتنے جگا رہا ہے، اور مسلمانوں کا کوئی خطہ اس کی شورش سے خالی نہیں۔

''تجدّد'' کی یہ نئی تحریک پہلی تمام تحریکوں سے زیادہ خطرناک ہے، اس لئے نہیں کہ اس کے نظریات میں واصل بن عطا معتزلی یا جاز اللہ زمخشری کے نظریات سے زیادہ جان ہے، بلکہ اس لئے کہ ہم میں اس وقت کوئی ابواسحٰق اسفرائینی یا فخرالدین رازی نہیں پایا جاتا، جو جدید فلسفے کی گہرائیوں میں اتر کر اس کی عقلیّت کا طلسم توڑ دے، دنیا کے سامنے اس کی سطحیّت کو بے نقاب کردے۔ اور اس کا ایک ایک انگ عریاں کر کے دنیا کو دکھا دے کہ یہ ہے اس ''عقل'' کی حقیقت جس کے بلند بانگ دعوؤں نے تم پر دھاک بٹھا رکھی تھی۔

جدید مغربی تہذیب بیشک خطرناک ہے، مگر اس لئے نہیں کہ وہ ایران اور روم کی قدیم تہذیبوں سے زیادہ طاقتور یا دلکش ہے، بلکہ اس لئے کہ ہم میں کوئی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ موجود نہیں جو اس تہذیب کے قالینوں کو اپنی خود اعتمادی کے نیزوں سے الٹ پھینکے۔

اس مقالے کے ذریعے ''تجدّد'' کی اسی تحریک کا اصلی رُخ دکھلانا منظور ہے، تاکہ آپ اس کے حقیقی پس منظر میں جھانک کر اس کی دکھتی ہوئی رگ کو پکڑ سکیں، اور آپ میں سے کسی سعید روح کو اللہ توفیق دے تو وہ صحیح طریقے سے اس تحریک کا مقابلہ کرسکے۔

سیاسی پس منظر

تجدّد کی یہ نئی تحریکیں جن حالات میں پیدا ہوئیں، ان کا تصور کرنے کے لئے آپ کو آج سے ایک صدی پہلے کے ماحول کا تصور کرنا ہوگا۔

یہ وہ وقت ہے جب مسلمان قوم صدیوں تک دنیا پر اپنے جاہ وجلال کی دھاک بٹھانے کے بعد اپنے زوال کی انتہا کو پہنچ چکی تھی، مسلمان حکمرانوں کے نشۂ عیش میں بدمست ہونے کے سبب ان کی سیاسی عظمت کے پرچم ایک ایک کر کے سرنگوں ہو رہے تھے، بڑی بڑی سلطنتیں جن پر مسلمان صدیوں سے حکومت کرتے آئے تھے، رفتہ رفتہ ان کے ہاتھوں سے چھن رہی تھیں، دوسری طرف عوام کی تن آسانیوں کی وجہ سے تحصیل علوم کی وہ تڑپ فنا ہو رہی تھی جس نے دنیا کو جینے اور مرنے کے ڈھنگ سکھائے تھے، غرض جس پہلو سے دیکھئے ایک انحطاط اور زوال تھا جو مسلمانوں پر مسلط ہو رہا تھا، ایک پستی تھی جس میں وہ گرے چلے جا رہے تھے، اور

ایک زبردست تھکن تھی جس نے ان کے اعضاء وجوارح، ذہن ودماغ اور قلب ونظر شل کردیے تھے۔

دوسری طرف مغربی قومیں جو اب تک غاروں میں پڑی سورہی تھیں، ایک دم انگڑائی لے کر اٹھیں، تو انہوں نے میدان خالی پایا، ان کے دل میں تسخیر عالم کا ایک جذبہ پیدا ہوا، مسلمانوں کے زوال نے اس میں اور گرمی پیدا کی، اور وہ پوری تازہ دمی، نشاط زندگی اور حرارت کے ساتھ آگے بڑھیں، اور دیکھتے ہی دیکھتے میدان پر چھا گئیں، اور یکایک دنیا کا نقشہ ہی پلٹ گیا، اب سیاست بھی انہی کی تھی، صنعت اور ہنر بھی انہی کے پاس تھا، تلوار پر بھی انہی کا قبضہ تھا، اور قلم پر بھی۔

اس مرحلے پر جب کہ مسلمان اپنے زوال کے انتہائی دور سے گذر رہے تھے، انہیں بیک وقت دو محاذوں پر مغرب کے صبر آزما حملوں کا سامنا کرنا پڑا، ایک طرف تو مغرب کی نشۂ فتح میں چُور تلوار تھی جو مکر وفن کی آڑ لے کر بڑھتی ہی چلی آرہی تھی، اور دوسری طرف اس کا قلم تھا جو برابر مسلمانوں کے عقائد اور اعمال اور ان کے افکار ونظریات کے خلاف زہر اگل رہا تھا۔

اگر مسلمانوں میں قرونِ اولیٰ کا ایمان ویقین، حوصلہ، جرأت اور گرمی اعمال ہوتی تو ان دونوں محاذوں پر مقابلہ کوئی مشکل نہ تھا، مگر شومی اعمال سے قوم کا اکثر حصہ اسلاف کی اس مقدس میراث کو عیش وعشرت کی بھینٹ چڑھا چکا تھا۔ اس کے ذہن وفکر اور اعضا وجوارح سے وہ تاب وتواں رخصت ہوچکے تھے جو ان حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرسکتے، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہر میدان میں شکست پر شکست کھاتے چلے گئے، اور اس زمانے میں جو نسلیں پیدا ہوئیں، انہوں نے چاروں طرف مغرب ہی کا ڈنکا پٹتا دیکھا تو ان پر مغرب سے مرعوبیت کا ایک غیر معمولی احساس ایک کابوس کی طرح مسلّط ہوگیا۔

لیکن ابھی تک مسلمان کے دل میں غیرت وحمیت کی ایک دبی ہوئی چنگاری باقی تھی، اسے کبھی کبھی یہ خیال آجاتا تھا کہ ہم بڑے عظیم اسلاف کی اولاد ہیں اور ہمارا اصلی مقام یہ پستی نہیں جس میں ہم گر چلے ہیں، بلکہ وہ بلندی ہے جسے ہم نے اپنے ہاتھوں کھویا ہے، اگرچہ وہ اپنے دین کو چھوڑ بیٹھے تھے مگر انہیں اب بھی ایک درجے میں اپنے دین اور اپنے تابناک ماضی پر فخر تھا، اور کبھی کبھی اس کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل کرنے کا جذبہ ان میں بیدار ہوجاتا تھا۔

مغرب کو اس دبی ہوئی چنگاری سے خطرہ تھا کہ کہیں کسی وقت یہ بھڑک کر ایک شعلہ نہ بن جائے، جو

ہمارے اقتدار کی خوشنما عمارت کو جلا کر خاکستر کردے، چنانچہ اس نے اس موقعہ پر پوری مکاری کے ساتھ ایک اور کاری وار کیا، جس سے مسلمانوں کی رہی سہی قوت پارہ پارہ ہوگئی۔

یہ کاری وار ''نیا نظامِ تعلیم'' تھا، جو پوری ہوشیاری کے ساتھ مسلمانوں کا ہمدرد بن کر ان پر مسلط کیا گیا، اس نظامِ تعلیم میں چُن چُن کر اسلام سے بیزاری اور نفرت پیدا کرنے والے مضامین مسلمانوں کو پڑھائے جاتے تھے، اور ایک ایک قدم پر یہ رعایت رکھی جاتی تھی کہ مسلمان اپنی صحیح ذہنیت کھوبیٹھیں، وہ مسلسل اپنے افکار ونظریات، عقائد واعمال، اپنی تاریخ وروایات اور اپنے اسلاف کے کارناموں سے دور ہوتے چلے جائیں، ان کے ذہن پر مغربی افکار کا غلبہ ہوتا چلا جائے، اور ان کے دل میں مغربی مفکّروں کی عظمت کا سکہ بیٹھتا جائے۔

اس مکّارانہ چال نے مسلمانوں کی خود اعتمادی کی گرتی ہوئی دیوار پر آخری ضرب کا کام کیا، یہ مغربی نظام تعلیم درحقیقت ایک قسم کی خاموش ''نسل کشی'' تھی، جس کے مراکز اسکولوں اور کالجوں کے سنہرے نام سے عالم اسلام کے گوشے گوشے میں قائم کئے گئے، اور جہاں مسلمانوں کے نونہال بڑے ذوق وشوق کے ساتھ ہنسی خوشی اپنے دِل ودِماغ کا آپریشن کراتے رہے۔

اس نظامِ تعلیم کے ذریعے پڑھ کر جو نوجوان نسل تیار ہوئی، وہ ایک طرف تو مغرب کی بالا دستی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی، اور دوسری طرف پندرہ سالہ تعلیم کے دوران ان کا ذہن جس سانچے میں ڈھل کر نکلا تھا، اس نے ان کے دماغ میں یہ الفاظ بڑے نمایاں طور سے کندہ کردیئے تھے کہ'' مغرب برتر ہے اور مشرق کمتر'' ان کے ذہن میں اس کے برعکس مشرق کی برتری اور مغرب کی کمتری کا کوئی تصور آتا ہی نہیں تھا، اور آتا کیسے؟ ان کے معلّموں نے انہیں مغرب کے تو بیشمار مفکرین، سائنس دانوں اور فاتحین کے نام اور کارنامے یاد کرائے تھے، مگر کسی مسلمان مفکر، مصلح یا فاتح کا نام انہیں یاد نہ تھا، جو انہیں بتاتا کہ ع

وہ کیا گردوں تھا تُو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

اگر کسی کو اپنے اسلاف کے نام یاد بھی تھے تو اس کے پاس ان کے کارنامے مسخ شدہ شکل میں پہنچ سکے اور اگر کسی کو اپنے اسلاف کے کارناموں کا صحیح علم تھا تو اس کے ذہن میں ان کی کوئی قدر وقیمت نہ تھی، کیونکہ مغربی فلسفۂ زندگی اس کی ذہنیت پلٹ چکا تھا۔

اس کا جو نتیجہ ہونا تھا وہ ہوا، ان کے دِل میں یہ بات پوری طرح جم گئی کہ ہمارے زوال اور پستی کا سبب وہ

فرسودہ تہذیب اور معاشرت ہے، جسے ہم تیرہ صدیوں سے اختیار کئے ہوئے ہیں، اگر ہم اپنی اس پستی سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو ہمیں تمام مغربی طور طریقوں کو بلاتنقید اپنانا ہوگا ہمارے لئے ترقی کی راہ ہے تو بس یہی، اور وقت ہے تو بس اسی کا۔

بس یہی وہ مہلک جذبہ تھا جس نے سینکڑوں مسلمانوں کو دہریہ بنادیا، اور وہ لوگ جو اپنے مذہب سے محبت کے سبب، یا ماحول کے طعنوں سے ڈر کر اسلام کو علی الاعلان خیر باد نہ کہہ سکے، اسی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو گئے جو ایسے حالات کا لازمی خاصہ ہے، ایک طرف نئی تہذیب کی چمک دمک اختیار کرنے کے لئے ان کا دل مچل رہا تھا، اور دوسری طرف وہ جس ماحول میں بستے تھے، وہ مسلمان تھا، جن لوگوں کے ساتھ ان کی رسم وراہ تھی وہ مسلمان تھے، جس ملک میں وہ پیدا ہوئے تھے وہ مسلمانوں کا ملک تھا، اس لئے نئی تہذیب کو اختیار کرنے کے لئے اس سوسائٹی کو نہیں چھوڑ سکتے تھے۔

اس کشمکش سے چھٹکارا پانے کے لئے انہوں نے وہی ''تجدّد'' کی تحریک شروع کی، اور اس بات کو ثابت کرنے کے لئے اپنا زور صرف کیا کہ مغربی طرز معاشرت اسلام سے چنداں مختلف نہیں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے یہ تحریک چار فکری ادوار سے گذری جو پچھلی ایک صدی کی تاریخ میں یکے بعد دیگرے نمایاں نظر آتے ہیں۔

جاری ہے....

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب

نفلی صدقہ اور صدقۂ جاریہ

(چھٹی قسط)

چہل حدیث کی خاص فضیلت

حدیث میں ہے:۔

سُئِلَ رَسُولُ اللهِ مَا حَدُّ الْعِلْمِ إِذَا بَلَغَهُ الرَّجُلُ كَانَ فَقِيهاً؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم "مَنْ حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَرْبَعِينَ حَدِيثاً فِي أَمْرِ دِينِهَا بَعَثَهُ اللهُ فَقِيهاً وَكُنتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيمَةِ شَافِعاً وَشَهِيدًا. (مشکوٰۃ کتاب العلم: ۳۶/۱)

ترجمہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ علم کی وہ حد کیا ہے کہ جب آدمی وہاں تک پہنچ جائے تو وہ فقیہ ہو جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص میری امت پر (شفقت کرتے ہوئے) دین کے معاملہ میں چالیس حدیثیں یاد کرلے اللہ پاک اس کو (قیامت کے دن) فقیہ بنا کر اٹھائیں گے اور میں اس کے لئے روزِ قیامت شفاعت کروں گا اور اس کے لئے گواہی دوں گا۔

لہٰذا اگر عالم بننے کی فضیلت حاصل کرنی ہے تو چالیس حدیثیں یاد کرلیں۔ چالیس حدیثیں جو شخص یاد کرلے گا قیامت میں وہ عالموں کی صف میں کھڑا ہوگا۔ اگر زبانی یاد کرنا مشکل ہو تو پھر چھپوا کر تقسیم کردیں۔ بہر حال جس نے چالیس حدیثیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے فائدے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تک پہنچادیں وہ بھی عالموں کی صف میں کھڑا ہوگا، عالم کہاں اور کہاں چالیس حدیثیں؟ اور چالیس حدیثیں کتابوں کی شکل میں بھی چھپی ہوئی ہیں انہیں خرید کر تقسیم کردیں، اور ایسی چھوٹی چھوٹی چہل احادیث بھی ہیں کہ ایک ہی صفحہ میں چالیس حدیثیں ہیں اور ایسی چالیس احادیث نہایت آسانی سے چالیس دن میں آدمی زبانی یاد کرسکتا ہے، بہر حال علم ایک عظیم صدقۂ جاریہ ہے۔

مدارس کی قدر کریں

اس لئے مدرسوں کی جہاں قرآن شریف کی تعلیم ہوتی ہو، دینی علوم کی تعلیم ہوتی ہو، قدر کرنی چاہئے اور قدر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم یہ سوچیں کہ یہ بھی ہماری آخرت بنانے کا ذریعہ ہیں، ہماری جتنی حیثیت ہو اور جتنی اس میں حصہ لینے کی طاقت ہو حلال مال سے، خلوص کے ساتھ اس میں حصہ لینا چاہئے، نہ کسی کو بتائیں، نہ کسی کے سامنے تذکرہ کریں، اور اگر کوئی تذکرہ کرے تو اس کو بھی پسند نہ کریں، دل میں سوچیں کہ میں نے یہ کام دنیا کو دکھانے کیلئے نہیں کیا۔ بہر حال اس حدیث شریف میں جتنے بھی صدقے ذکر کئے گئے ہیں ان میں علمِ دین کا صدقہ سب سے بڑھ کر ہے، اس سے بڑھ کر کوئی اور صدقۂ جاریہ نہیں۔

نہر بنوانا بھی صدقۂ جاریہ ہے

دوسری مثال حدیث شریف میں یہ فرمائی گئی کہ:۔

أَوْ كَرَى نَهْرًا

یا اس نے نہر بنادی

پانی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، پانی انسان کی بنیادی ضرورت ہے، جہاں پانی نہیں ہوتا وہاں لوگ کتنی تکلیف سے زندگی گزارتے ہیں اور کتنے میل دُور سے پانی لے کر آتے ہیں اور جس علاقہ سے نہر گزرتی ہو وہاں راحت کی کوئی انتہا نہیں کہ ہر وقت پانی موجود ہے، ٹھنڈا میٹھا پانی موجود ہے جس کے لانے میں کوئی تکلیف نہیں، کپڑے دھونے میں کوئی تکلیف نہیں، برتن دھونے میں کوئی تکلیف نہیں، گھر کے اندر پانی استعمال کرنے میں کوئی تکلیف نہیں۔ بہر حال یہ بھی صدقۂ جاریہ ہے۔

نہر زبیدہ

اس پر مجھے ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ کی نہر کا قصہ یاد آیا، یہ بہت سبق آموز واقعہ ہے۔ نہر زبیدہ بنوانے سے پہلے زبیدہ نے ایک خواب دیکھا جو ظاہراً اچھا نہ تھا۔ جبکہ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ بڑی عابدہ، زاہدہ، بڑی نیک اور اللہ والی خاتون تھی اس نے دیکھا کہ میں ایک چوراہے پر ہوں اور جو شخص آرہا ہے مجھ سے بدکاری کر کے جا رہا ہے، ایک عابدہ، زاہدہ خاتون کو ایسا خواب نظر آنا اس کے لئے بہت ہی تکلیف دہ ہوتا ہے، اس نے جب یہ خواب دیکھا تو پریشان ہوئی اور اپنی خادمہ کو کہا کہ تم یہ خواب اپنی طرف منسوب کر کے علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ

سے جا کر تعبیر پوچھو کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہے؟ میرا نام نہ بتانا، اس نے اپنا نام بتانے سے اس لئے منع کیا کہ اس نے سوچا بظاہر اس قسم کے خواب کی تعبیر بہت ہی خراب ہوگی جو میرے لئے رسوائی کا باعث ہوگی ۔ لہٰذا اس کے کہنے کے مطابق خادمہ نے علامہ ابن سیرینؒ سے جا کر کہا کہ حضرت! میں نے اس قسم کا خواب دیکھا ہے اس کی کیا تعبیر ہے؟ علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے جب خواب سنا تو کہا یہ تیرا خواب نہیں ہے، یہ تیرا خواب نہیں ہوسکتا، ایسا خواب تو ہر کس و ناکس نہیں دیکھ سکتا، یہ کسی خوش نصیب شخص کا خواب ہے، یہ بہت اہم خواب ہے، سچ سچ بتا کس کا خواب ہے؟ خادمہ نے کہا حضرت! جس کا یہ خواب ہے اس نے نام بتانے سے منع کیا ہے، علامہ ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ جا کر اس سے اجازت لے کر آ، ورنہ میں خواب کی تعبیر نہیں بتاؤں گا، خادمہ زبیدہ کے پاس واپس آئی اور کہا کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ یہ تیرا خواب نہیں ہے، جس کا خواب ہے اس کا نام بتاؤ تب تعبیر بتاؤں گا، حضرت سمجھ گئے ہیں کہ یہ میرا خواب نہیں ہے کسی اور کا خواب ہے، زبیدہ نے خادمہ سے کہا اچھا جا کر میرا نام بتادو کہ زبیدہ نے یہ خواب دیکھا ہے، خادمہ نے جا کر عرض کیا حضرت! زبیدہ نے یہ خواب دیکھا ہے، علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اسی لئے میں نے کہا تھا کہ یہ تیرا خواب نہیں ہے، ایسا خواب ہر کس و ناکس دیکھ ہی نہیں سکتا، یہ کسی خوش قسمت ہی کا خواب ہوسکتا ہے، پھر علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے تعبیر دی کہ اللہ تعالیٰ ملکہ کے ہاتھ سے ایسا صدقۂ جاریہ قائم فرمائیں گے جس سے رہتی دنیا تک لوگوں کو فائدہ پہنچے گا ۔ اب ظاہراً خواب کیسا؟ اور اس کی تعبیر کیسی اعلیٰ؟ اس نے زبیدہ سے جا کر ذکر کیا، زبیدہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اللہ کا شکر ہے کہ تعبیر ایسی اچھی ملی، حالانکہ خواب تو بظاہر بڑا خراب تھا۔

پھر چند سالوں کے بعد ہارون الرشید نے حج کا ارادہ کیا، ملکہ زبیدہ بھی ساتھ گئیں، تقریباً یہ آج سے بارہ سو سال پہلے کی بات ہے، ہارون الرشید کے زمانہ میں مکہ مکرمہ میں پانی کی بے حد تنگی تھی، حاجیوں کو بہت تکلیف ہوتی تھی، جب ہارون الرشید وہاں پہنچے تو وہاں کے لوگوں کی ہارون الرشید سے پانی کا انتظام کرنے کے لئے خود تو کہنے کی ہمت نہیں ہوئی، البتہ انہوں نے ملکہ زبیدہ سے درخواست کی کیونکہ وہ بہت نرم دل تھی کہ مکہ مکرمہ میں پانی کی بہت تکلیف ہے، اگر آپ مناسب سمجھیں تو وہاں پانی بآسانی ملنے کا انتظام کردیں، ملکہ زبیدہ کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ یہ تو بہت اہم جگہ ہے، یہاں دوسرے ملکوں سے بھی لوگ آتے ہیں، ان کو پانی کی بہت تکلیف ہوتی ہے، یہ تکلیف ان کی دور ہونی چاہئے، ملکہ زبیدہ نے ہارون الرشید سے اس کی اجازت چاہی جو اس کو مل گئی، اس وقت اسلام دنیا میں اپنے شباب پر تھا اور افسوس کہ آج زوال پذیر ہے اور اس وقت کا فرطاقتیں مسلمانوں کے زیرنگیں تھیں، مسلمان دنیا

میں غالب تھے اوران کا ڈنکا بجا ہوا تھا، اس وقت ہرفن کے بڑے بڑے ماہرین مسلمانوں میں موجود تھے۔

ملکہ زبیدہ نے پوری سلطنت میں اعلان کرا دیا کہ جہاں جہاں اس کے کوئی ماہر انجینئر ہیں وہ مکہ مکرمہ آجائیں، اعلان ہوتے ہی تمام بڑے بڑے شہروں سے ماہرین جمع ہو گئے اور ایک بہت بڑی جماعت ماہرین کی وہاں حاضر ہوگئی، ان سے ملکہ زبیدہ نے کہا: مجھے مکہ مکرمہ کے کونے کونے اور گلی گلی میں پانی چاہئے، کیسے آئے گا؟ کہاں سے آئے گا؟ یہ کام تمہارا ہے سوچو! سب مل کر منصوبہ بناؤ! مجھے بہرحال یہاں پانی چاہئے۔

سارے کے سارے انجینئر سر جوڑ کر بیٹھ گئے، سب نے مشورہ کیا اور بیٹھ کر ایک نقشہ بنایا اور مکہ مکرمہ کے چاروں طرف نہر زبیدہ کا جال بچھا دیا، کہیں بھی کوئی چشمہ کسی پہاڑی کے اندر تھا جس سے ایک قطرہ ٹپکتا تھا، اس کو بھی لے لیا، جو نالی کی شکل میں بہتا تھا، اس کو بھی لے لیا، اس طریقے سے جہاں جہاں جتنے بھی چشمے تھے، سب کو نہر کی شکل میں لے لیا۔

نہر زبیدہ کی لمبائی چوڑائی

تقریباً چودہ میل لمبی یہ نہر بنائی جس میں جگہ جگہ ٹینک بنائے تاکہ پانی برابر آتا رہے اور ٹینک میں جمع ہوتا رہے اور پانی کہیں ختم نہ ہو، اور جگہ جگہ ڈھکن والے پانی کے ذخیرے بنائے تاکہ کہیں بھی شہر کے باہر ہوں تو ڈھکن اٹھا کر ان ذخیروں سے پانی حاصل کیا جا سکے، اگر کھلا ہوا ذخیرہ ہے تو وہاں سے پانی لے لیں، بند حصہ ہے تو ڈھکن اٹھا کر پانی لے لیں، اس طرح انہوں نے مکہ مکرمہ کے اندر یہ نہر زبیدہ پہنچا دی، اور مکہ مکرمہ میں پانی کی قلت دور ہوگئی اور عرصۂ دراز تک اہلِ مکہ اس کے پانی سے استفادہ کرتے رہے، لیکن اب یہ بند ہو چکی ہے، اس کے کچھ آثار مکہ مکرمہ میں اور مکہ مکرمہ کے باہر خصوصاً میدانِ عرفات میں باقی ہیں۔ تاہم ہارون الرشید کے زمانے میں کروڑوں دراہم اس کے تیار ہونے پر خرچ ہوئے جو آج کے حساب سے اربوں روپے بنتے ہیں، اس طرح دنیا بھر کے حاجی مکہ مکرمہ میں نہر زبیدہ سے عرصہ تک نفع اٹھاتے رہے۔

جب نہر زبیدہ تیار ہوگئی تو وہ انجینئر جو اس پورے منصوبے کا ذمہ دار تھا اس نے حساب وکتاب کی فائل تیار کر کے بغداد حاضری دی اور محل میں پہنچا، اس وقت ملکہ زبیدہ دریائے دجلہ کے کنارے تفریح کر رہی تھی، اس وقت اس نے اطلاع دی کہ مکہ مکرمہ کی نہر زبیدہ کی تیاری کا حساب لے کر انجینئر حاضر ہوا ہے، زبیدہ نے اسی وقت انجینئر کو طلب کر لیا، انجینئر نے فائل پیش کی اور عرض کیا کہ ملکہ صاحبہ! یہ نہر زبیدہ کے منصوبے کی تکمیل کے حساب وکتاب کی فائل ہے۔ آپ نے جو حکم دیا تھا وہ میں نے پورا کر دیا، آپ اس کو دیکھ سکتی ہیں اور مکہ مکرمہ کی گلی گلی اور کوچے

کوچے میں پانی کا انتظام کر دیا گیا ہے، اب مکہ مکرمہ کے رہنے والوں اور حج وعمرہ کرنے کے لئے آنے والوں کو ان شاء اللہ کسی قسم کی پانی کی کوئی تکلیف نہ ہوگی، اب یہ حساب آپ کے سامنے ہے، آپ حساب لے لیجئے اور مجھے اجازت دیجئے، زبیدہ نے اس کی فائل لی، اس پر دستخط کئے اور اس کو درمیان سے چاک کر کے دریائے دجلہ میں ڈال دیا اور کہا:۔

تَرَكْنَا الْحِسَابَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ

ترجمہ

ہم نے آخرت کے حساب کی وجہ سے اس کا حساب چھوڑ دیا

اور کہا اگر ہماری طرف کچھ نکلتا ہے تو لے لو، اور اگر ہمارا تمہاری طرف کچھ نکلتا ہے تو ہم نے معاف کیا۔

چودہ سو سال سے یہ نہر چل رہی ہے، اب اگرچہ شہر کے اندر اس کے آثار مٹ گئے ہیں، شہر کے باہر اس کے کافی نشانات موجود ہیں اور میدانِ عرفات میں خاص طور سے اس کے کافی آثار موجود ہیں، پندرہ سال پہلے میں نے خود اس کے نلکے مکہ مکرمہ میں دیکھے تھے اور اس کا پانی لے کر پیا بھی تھا، لیکن آٹھ دس سال کے بعد اب وہاں سعودی حکومت نے پانی کا اتنا زبردست انتظام کر دیا ہے کہ سمندر کو میٹھا کر دیا ہے، پہلے میرا خیال یہ تھا کہ اب یہ نہر ختم ہوگئی ہے جیسا کہ شروع میں عرض کیا ہے، لیکن ایک قابلِ اعتماد دوست نے بتایا کہ اب بھی نہر زبیدہ جاری ہے۔ لیکن اب حکومت نے اس کو زمزم کے کنویں میں ملا دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

نہر زبیدہ عظیم صدقۂ جاریہ ہے

بارہ سو سال سے تقریباً عام مسلمان اس سے فائدہ اٹھاتے آرہے ہیں، اس کا ثواب ان شاء اللہ زبیدہ کو بھی ملے گا، اور اگر یہ بات درست ہے کہ اب اس کو زمزم کے کنویں میں ملا دیا ہے تو زمزم چونکہ ساری دنیا میں جا رہا ہے، اس لئے یہ اس کے ثواب میں مزید اضافہ کا باعث بنتا رہے گا۔ بہرحال یہ نہر زبیدہ جو ایک صدقۂ جاریہ ہے، جتنے لوگ اس کو پئیں گے، جتنے آدمی اس سے غسل کریں گے، کپڑے پاک کریں گے، مسجدیں صاف ہوں گی اس کا اجر وثواب زبیدہ کو بھی ان شاء اللہ تعالیٰ ملتا رہے گا۔

کنواں بنوانا

حدیث شریف میں تیسری مثال یہ دی کہ:۔

أَوْ حَفَرَ بِئْراً

یا کنواں کھودا

یعنی کسی نے کہیں کنواں بنوا دیا، اب کنواں ایسا صدقۂ جاریہ ہے کہ ہم میں سے ہر آدمی اس میں حصہ لے سکتا ہے۔ نہر بنوانا تو ہمارے لئے مشکل ہے اور بنتی ہوئی نہر میں حصہ لینا ذرا مشکل ہے، لیکن اتنا تو ہم کر سکتے ہیں کہ کہیں مسجد ہو، مدرسہ ہو، محلہ ہو، گاؤں ہو، دیہات ہو اور وہاں پانی کی تکلیف ہو، کنواں کھدوانے کی ضرورت ہو، ٹیوب ویل لگانے کی ضرورت ہو، بورنگ کی ضرورت ہو اس میں حصہ لے لیں، اور ہر جگہ حصہ لے سکتے ہیں، اس کی شہر میں بھی ضرورت ہے، دیہات میں بھی ضرورت ہے، جنگلوں میں بھی ضرورت ہے، سب جگہ اس کی ضرورت ہوتی ہے بہر حال یہ بھی صدقۂ جاریہ ہے، اس میں ضرور حصہ لیں، اس کے ذریعے جانور پانی پیئں گے، انسان کھانا پکائیں گے، کپڑے دھوئیں گے، غرض جو کچھ بھی اپنی ضرورت پوری کریں گے سب کا ثواب ملتا رہے گا، جب تک وہ پانی جاری رہے گا اس وقت تک ان شاء اللہ صدقۂ جاریہ قائم اور اس کا ثواب ملتا رہے گا، اس لئے جہاں کہیں بھی ایسا موقع ہو وہاں ہمت کر کے کچھ پیسے شامل کر لینے چاہئیں تاکہ ہمارا حصہ بھی اس میں لگ جائے اور ہم رہیں یا نہ رہیں جتنے بھی نیک کام اس پانی سے انجام پائیں ان میں ہمارا حصہ ہو۔

حدیث شریف میں پانی کی فراہمی کو افضل صدقہ فرمایا گیا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے:۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الْمَاءُ. فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ: هَذِهِ لأُمِّ سعد. رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَالنَّسَائِيّ. (مشكاة المصابيح: ۱/۵۹۷)

ترجمہ

حضرت سعد بن عبادہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اُم سعد کا انتقال ہو گیا ہے، تو (اُن کیلئے) کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پانی''۔ چنانچہ اُنہوں نے ایک کنواں کھدوایا اور فرمایا: یہ اِم سعد کے لئے ہے۔

درخت لگانا بھی صدقۂ جاریہ ہے

صدقۂ جاریہ کی چوتھی مثال حدیث شریف میں یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ:

أَوْ غَرَسَ نَخلاً

یا اس نے کوئی درخت لگایا

یعنی کسی نے کوئی درخت لگایا تو یہ بھی صدقۂ جاریہ میں ہے، چاہے سایہ دار لگائے یا پھل دار درخت لگائے، بہر حال اس کے پتوں سے، اس درخت کی شاخوں سے، اس درخت کے پھلوں سے جو بھی مستفید ہوگا، چاہے انسان مستفید ہوں یا جانور، مرنے والے کو اور اس درخت لگانے والے کو اس کا ثواب ملتا رہے گا، اس لئے جہاں کہیں درخت لگانے کی ضرورت ہو ضرور درخت لگانا چاہئے اور اس نیت سے درخت لگانا چاہئے تاکہ اس سے دوسروں کو راحت ملے، دوسروں کو سایہ ملے، دوسروں کو پھل ملے، دوسروں کو پتے ملیں، جانوروں کو بھی ملیں، سب کو فائدہ اور سب کو فیض پہنچے اور جس کو جس قسم کا فیض پہنچ جائے گا درخت لگانے والے کو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا ثواب ملے گا، لہٰذا جب تک وہ درخت رہے گا لگانے والے کو اس کا ثواب ملتا رہے گا۔ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

لَا يَغْرِسُ مُسْلِمٌ غَرْسًا وَلَا يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلَ مِنْهُ إِنْسَانٌ وَلَا دَابَّةٌ وَلَا شَيْءٌ، إِلَّا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً.

(صحیح مسلم: ۱۱۸۸/۳)

ترجمہ

جو مسلمان درخت لگاتا ہے یا کاشتکاری کرتا ہے، پھر اس میں سے انسان، چوپایہ یا کوئی بھی (جانور) کھاتا ہے تو وہ اس کیلئے صدقہ ہوتا ہے۔

قرآن شریف میراث میں چھوڑنا

اس حدیث میں پانچویں مثال یہ دی ہے کہ:۔

أَوْ وَرَّثَ مُصْحَفاً

ترجمہ

یا اس نے قرآن کریم ترکہ میں چھوڑا۔

یعنی اگر کوئی شخص قرآن شریف چھوڑ کر چلا گیا اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارث اس قرآن شریف کو پڑھتے رہے تو جب تک وہ قرآن شریف صحیح، سلامت رہے گا اور جب تک اس کے گھر والے اس کو پڑھتے رہیں

گے برابر اس کو ثواب ملتا رہے گا۔

اس صدقہ میں یہ بھی داخل ہے کہ قرآن شریف کی اگر مسجد میں ضرورت ہو تو وہاں لا کر رکھنا ، مدرسہ میں ضرورت ہو تو مدرسہ میں دینا۔

مسجد میں قرآنِ کریم رکھنے کا حکم

لیکن مسجد میں رکھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ اس مسجد میں ضرورت ہے یا نہیں ہے، آجکل مسجدوں میں لوگوں نے اتنے قرآن پاک رکھ دئے ہیں کہ گل کر ختم ہو رہے ہیں ، تعداد اتنی ہے کہ وہ پڑھنے والوں سے زیادہ ہے، اس لئے قرآن شریف رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ پڑھا جا سکے اور جب وہ اتنی تعداد میں پہلے سے موجود ہیں کہ کوئی پڑھے گا نہیں تو یہ اپنے صدقہ کو ضائع کرنا ہے، اس کو رکھے رکھے دیمک کھا جائے گی اور ہمارا نقصان ہوگا، اس لئے دیکھ بھال کر یہ کام کریں جہاں ضرورت ہو وہاں دیں۔

ایک اہم مشورہ

اس لئے احقر کا مشورہ ہے کہ اگر قرآن شریف کی ضرورت نہیں ہے، نورانی قاعدوں کی ضرورت ہے تو وہ دیدیں، دینی کتابوں کی ضرورت ہو تو وہ دیدیں ، جس چیز کی ضرورت ہو وہ خرید کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے وقف کر دیں، مسجد میں ضرورت ہو مسجد میں، مدرسہ میں ضرورت ہو مدرسہ میں وقف کریں تا کہ وہ کتابیں پڑھی اور پڑھائی جائیں، اور آپ رہیں یا نہ رہیں آپ کو اس کا ثواب ملتا رہے، قرآنِ کریم جو ساری کتابوں کا سردار ہے اس کا ذکر بطورِ مثال آ گیا ہے، باقی تمام دینی کتابیں اس کے تحت آگئیں کہ ان کا وقف بھی صدقۂ جاریہ ہے۔

جاری ہے....

☆☆☆

جناب سعود عثمانی صاحب

قراردادِ مقاصد، مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور چند معاصر کالم نگار

(پہلی قسط)

کچھ لوگوں کے دلوں میں دو زخم کبھی مندمل نہیں ہوں گے۔ایک پاکستان کا اسلام یعنی دو قومی نظریے کی بنیاد پر بننا۔دوسرے پہلی دستور ساز اسمبلی میں قرارداد مقاصد کا منظور ہوجانا۔ پاکستان کا، تمام تر چیخ پکار اور مخالفتوں کے باوجود قائم ہوجانا آج تک مخالف گروہوں کے لیے ناسور بنا ہوا ہے۔اسی طرح قرارداد مقاصد نئی مملکت کے آئندہ دینی رخ اور ان مطالبات کی تکمیل کی طرف پہلا قدم تھا جن کا وعدہ تحریک پاکستان کے دوران مسلمانوں سے کیا گیا تھا۔یہ زخم بھی مخالفوں کے دل میں آج تک ہرا ہے اور کسی طرح اندمال کی طرف نہیں آتا۔آپ کا کیا خیال ہے قراردادِ مقاصد دستور کا حصہ بننے پر کس کو سب سے زیادہ تکلیف ہوئی ہوگی ؟ ہندو یا عیسائی ارکان اسمبلی کو؟ یا ظفر اللہ خان کو جو قادیانی گروہ سے تعلق رکھتے تھے(سرکاری طور پر قادیانیوں کو اس وقت تک غیر مسلم قرار نہیں دیا گیا تھا)،اسی دستور ساز اسمبلی کا حصہ تھے جس نے قرارداد مقاصد منظور کی تھی اور انہوں نے اپنا ووٹ بھی اس کے حق میں ڈالا تھا۔

لیکن آپ حیران ہوں گے کہ ان کے دل میں قرارداد مقاصد خنجر بن کر نہیں اتری ،جبکہ ہمارے کچھ معاصر کالم نگاروں کا یہ زخم ہمیشہ ہرا رہتا ہے۔انہی میں معاصر کالم نگار وجاہت مسعود صاحب بھی ہیں۔لیکن وہ تنہا نہیں ،ایک قبیلے کے فرد ہیں ۔ اس قبیلے میں ہمہ دانی کے مرض میں مبتلا ریٹائرڈ بیوروکریٹ بھی ہیں ، اور حاضر سروس کج بحث افسران بھی۔یہ جن شعبوں میں حاکم ہیں یا تھے ان میں ہر ایک بدترین کارکردگی ،بدترین کرپشن کا شکار ہوا لیکن ان کے نزدیک ہر زوال کی بنیاد قرارداد مقاصد ہے۔یہ زہر ان میں سے کسی کی زبان سے اکثر اور کسی کی زبان سے کبھی کبھی ٹپک جاتا ہے۔شکیب جلالی کا شعر ہے

جو دل کا زہر تھا کاغذ پہ سب بکھیر دیا
پھر اس کے بعد طبیعت مری سنبھلنے لگی

لیکن ان لوگوں کی طبیعت زہر بکھیرنے کے بعد بھی اس لیے نہیں سنبھلتی کہ نفرت کے زہر کی پیداوار اخراج سے کہیں زیادہ ہے۔ اسلام کی بنیاد پر قائم ریاست کی مخالفت کوئی آج کی بات نہیں ہے۔ اسلام کی بنیاد پر ریاست کی مخالفت اس کے قیام سے بہت پہلے سے جاری تھی۔ چنانچہ ہدف علمائے اسلام ہی ہوتے رہے ہیں لیکن ان سب مخالفت کی آوازوں اور تحریروں میں بہرحال ایک شائستگی کا مظاہرہ ضرور کیا جاتا تھا۔ اصولی مخالفت کا مطلب مخالف کی داڑھی نوچنا نہیں ہوا کرتا لیکن ان حالیہ کالموں کے سلسلے میں اختلاف اور بدتمیزی کے بیچ ہر فرق مٹا دیا گیا ہے۔ ۷ مارچ ۱۹۴۹ء کو وزیر اعظم لیاقت علی خان نے یہ قرارداد پہلی دستور ساز اسمبلی میں پیش کی تھی اور ۱۲/مارچ کو یہ قرارداد منظور ہوئی۔ منظوری اصولاً لیاقت علی خان، تائید کنندگان اور پوری اسمبلی کے سر ہے۔ ان کالموں میں قائد اعظم، اور لیاقت علی خان صاحب کو بھی متنازعہ بنانے کی پوری کوشش کی ہے لیکن اصل دشنام طرازی علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے بارے میں ہے جو اسی دستور ساز اسمبلی کے اہم رکن بھی تھے، تحریک پاکستان کے صف اول کے رہنما بھی اور پاکستان کو دستوری طور پر اسلامی تشخص دینے کی تحریک کے سب سے بڑے محرک بھی۔ لیکن وہ اس میں تنہا بھی نہیں تھے۔ علمائے کرام اور مشائخ کی ایک پوری جماعت ان کے ساتھ تھی اور ان کے ساتھ عوام الناس کی وہ طاقت جس کے سامنے ہر دور میں علماء سے نفرت کی حد تک چڑ رکھنے والی قوتوں کے پر جلتے رہے ہیں۔ قرارداد مقاصد منظور ہونے کے ۷۵ سال بعد بھی اگر یہ زخم رس رہا ہے تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انہیں کتنی کاری ضرب لگائی گئی تھی۔ اور علامہ عثمانی کے بارے میں، جنہوں نے اس کا بنیادی کام کیا تھا، یہ ہرزہ سرائی اسی زخم کی نشان دہی کرتی ہے۔ یہ کہنا کہ اب یہ قرارداد آئین سے نکلنے والی نہیں ان کی بے بسی کا پتہ دیتا ہے۔

وجاہت مسعود صاحب کی حالیہ تحریروں کے محض چند نمونے دیکھ لیں:

"علامہ شبیر احمد عثمانی اور ان کے پشتیبان انگاروں پر لوٹ گئے۔ ۲۵/مئی ۲۰۲۴ء۔ یہی وہ نکتہ تھا جس پر مولانا شبیر احمد عثمانی نے۔۔ حرف دشنام دراز کیا۔ ۲۵ مئی ۲۰۲۴ء۔ شبیر احمد عثمانی نے جمعیت علماء اسلام کی سربراہی کے علاوہ از خود یوپی اور حیدرآباد دکن کے مہاجرین کی نمائندگی کی خلعت بھی اوڑھ لی تھی۔ ۳ جون ۲۰۲۴ء۔ علامہ

شبیر عثمانی بین الاقوامی قانون کے تحت وجود میں آنے والی ریاست پاکستان کی ۲۵ فیصد آبادی کو شہری مساوات سے محروم کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ خود مسلمان آبادی میں بھی ملاؤں کی حکومت کو ترجیح دیتے تھے۔ ۳جون ۲۰۲۴ء"۔۔شیخ الاسلام کے تقرر کا اشقلہ چھوڑا گیا۔جو قوم۔۔وہ میر عثمان علی خان کے وظیفہ خوار اور نواب بہاولپور کے مشیر کو کیسے شیخ الاسلام تسلیم کرتی "

تو یہ ہوتا ہے ایسے لوگوں کا علمی اختلاف،جبکہ خود وجاہت مسعود صاحب کا ایسے اختلافات کے بارے میں کیا کہنا ہے:

" بندہ کم مایہ سمجھتا ہے کہ سیاسی موضوعات پر اپنی رائے کسی تلخی یا قطعیت کے بغیر دلائل اور حوالے سے بیان کرتے ہوئے بحث وتکرار سے حتی الامکان گریز کرنا چاہیے"۔۸رمئی ۲۰۲۴ء

ممکن ہے کہ وہ" انگاروں پر لوٹ گئے ۔حرف دشنام دراز کیا" جیسے جملے دلائل اور حوالے سمجھ رہے ہوں اور اسے نہایت مؤدب پیرایہ خیال کرتے ہوں ۔لیکن حقیقت یہی ہے کہ اس طرز گفتگو کا کسی علمی بحث سے کوئی تعلق نہیں ۔اسے تحریری ہذیان کے سوا کوئی نام نہیں دیا جاسکتا۔کسی علمی ،تاریخی بحث کا انداز یہ نہیں ہوا کرتا۔اپنے مؤقف میں دلائل کے ہولناک خلا کو گھٹیا الفاظ سے پر کرنے کی کوشش کو سب پہچانتے ہیں ۔

وہ جناب مجیب شامی کی جوابی تحریر کے بارے میں لکھتے ہیں ۔" درویش نے نہایت مؤدب پیرائے میں ۔۔اپنے استادگرامی ۔۔۔سے اختلاف کیا"۔"درویش" کا مؤدب پیرایہ شامی صاحب کے لیے ہے یا نہیں ، یہ وہ جانیں ،البتہ تحریک پاکستان کے ایک بڑے رہنما، قائدین کے مسلمہ معتمد،قوم کے محسن اور ایک جلیل القدر عالم کے لیے جوان کا پیرایہ اظہار ہے وہ سب کے سامنے ہے ۔جس اسمبلی میں قرارداد مقاصد منظور ہوئی اس میں مولانا شبیر احمد عثمانی ،مولانا محمد عبداللہ وغیرہ تو اسمبلی کے اندر موجود تھے بلکہ لفظ مولوی نام کا حصہ رکھنے والے ایک رکن مولوی تمیز الدین اس اسمبلی کے سپیکر بنے تھے۔لیکن ایوان سے باہر بھی علماء کی ایک بڑی تعداد مثلاً حضرت مولانا سید سلیمان ندوی ، مولانا مفتی محمد شفیع ،مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا عبد الحامد بدایونی، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی جیسے مشاہیر ایوان کے باہر موجود تھے۔وزیر اعظم لیاقت علی خان نے قرارداد منظور کروائی تھی ۔لیکن ان سب کے ہوتے ہوئے یہ حرف دشنام زیادہ مولانا شبیر احمد عثمانی کے لئے ہے،تو اس کی کئی وجوہ ہیں ۔پہلی تو یہ کہ علماء سے نفرت ان کے اندر سے پھوٹتی ہے اور علامہ ایوان میں ان کے بڑے نمائندے ہیں ۔لیاقت علی خان بہرحال نہ علامہ ہیں نہ داڑھی ٹوپی والے مولوی ۔دوسری وجہ یہ کہ مولانا شبیر

احمد عثمانی قائد اعظم اور قائد ملت کے قریب ترین عالم ہیں اور ان کے نہایت معتمد بھی۔ان کے لئے بُرے الفاظ لکھ کر وہ اپنے زعم میں یہ اہمیت کم کرنا چاہتے ہیں۔تیسری اور اہم وجہ یہ کہ قرارداد بنیادی طور پر مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع جیسے علماء نے ہی تیار کی تھی اور اس ذہن کے لوگ اسی کا انتقام چاہتے ہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی تو بلا شبہ ایسی بڑی علمی شخصیت ہیں کہ علماء تو ایک طرف، قائد اعظم، لیاقت علی خان، سردار نشتر سمیت بڑے رہنما بھی ان کا نہایت احترام کرتے تھے،لیکن یہ طرز گفتگو تو اپنے کسی چھوٹے کے لیے بھی اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔وہ طنزاً" مولانا عثمانیؒ کو" متبحر عالم" کہتے ہیں،لیکن یہ اپنی جگہ حقیقت ہے کہ علامہ عثمانی اپنے وقت کے جلیل القدر متبحر عالم تھے۔چونکہ انہیں مولانا شبیر احمد عثمانی کی حیات اور سوانح سے واقفیت نہیں اس لئے انہوں نے بے سروپا باتیں بھی ان سے منسوب کر دی ہیں۔یہ وہی کرسکتا ہے جس نے مولانا عثمانی کو نہ پڑھا ہو نہ ان کے حالات زندگی سے واقف ہو۔یا پھر وہ جو اچھی طرح واقف ہو لیکن انہیں نہ ماننے کا تہیہ کر رکھا ہو۔

جن دل آزار تحریروں کا میں نے ذکر کیا ہے ان کے جواب میں جناب مجیب شامی اور متعدد حضرات نے کالم اور اداریے لکھے۔یہ تمام حضرات ان موضوعات پر مجھ سے بہتر گفتگو کے اہل ہیں۔لیکن چونکہ بات سمجھنا نہیں بلکہ منفی تاثر پھیلانا مقصد ہے اس لیے ایسی تحریریں آئندہ بھی صرف ان لوگوں کو فائدہ دے سکتی ہیں جو واقعی بات سمجھنا چاہتے ہیں۔

قرارداد مقاصد پر اعتراضات کی کئی زہریلی تحریریں پڑھ کر کوئی ناواقف اس دھوکے کا شکار ہوسکتا ہے کہ شاید قرارداد مقاصد میں علماء ہی کو حکومت کرنے کا اختیار دے دیا گیا ہے، یا عیسائی پاپائیت کی قسم جیسا کوئی نظام تجویز کر دیا گیا ہے۔یا عوام سے منتخب نمائندے چننے کا حق چھین لیا گیا ہے، یا اقلیتوں کی خون کی ہولی کھیلنے کی تجویز دی گئی ہے وغیرہ وغیرہ۔حقیقت یہ ہے کہ قرارداد مقاصد کا ان کے دیئے ہوئے بھیانک تاثر سے دور دور کا تعلق نہیں۔اس قبیل کے لکھاریوں کو چاہیئے کہ وہ قرارداد مقاصد کا متن ساتھ دیں اور نشان دہی کریں کہ ان میں سے کس نکتے اور کس جملے پر انہیں اعتراض ہے۔اگر معترض حضرات یہ متن کالموں میں دیتے اور ان لفظوں،شقوں یا جملوں کی نشان دہی کرتے جو غلط ہیں،تو یہ بہتر طریقہ ہوتا لیکن یہ متن انہوں نے نہیں دیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ قرارداد کے متن میں کوئی ایسی چیز ہے ہی نہیں جو اس تاثر کی ذرا سی بھی تائید کرتی ہو جو اس

طرح کے لوگ دینا چاہتے ہیں۔ میں یہ متن یہاں شامل کرتا ہوں تاکہ ایک عام قاری یہ دیکھ سکے کہ قرارداد مقاصد ہے کیا؟ اور جو نفرت انگیز تاثر یہ لوگ دینا چاہ رہے ہیں، وہ دراصل خود ان کے اندر سے اٹھ رہا ہے۔
قرارداد مقاصد یہ ہے:

"اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکتِ غیرے حاکمِ مطلق ہے۔ اُس نے جمہور کے ذریعے مملکت پاکستان کو جو اِختیار سونپا ہے، وہ اُس کی مقررہ حدود کے اندر مقدس امانت کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔

مجلس دستور ساز نے جو جمہور پاکستان کی نمائندہ ہے، آزاد وخود مختار پاکستان کے لئے ایک دستور مرتب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جس کی رو سے مملکت اپنے اختیارات واقتدار کو جمہور کے منتخب نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے گی۔

جس کی رو سے اسلام کے جمہوریت، حریت، مساوات، رواداری اور عدلِ عمرانی کے اصولوں کا پورا اتباع کیا جائے گا۔ جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنادیا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو قرآن وسنت میں درج اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق ترتیب دے سکیں۔

جس کی رو سے اس امر کا قرارواقعی اہتمام کیا جائے گا کہ اقلیتیں، اپنے مذاہب پر عقیدہ رکھنے، عمل کرنے اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دینے کے لئے آزاد ہوں۔

جس کی رو سے وہ علاقے جواب تک پاکستان میں داخل یا شامل ہو جائیں، ایک وفاق بنائیں گے جس کے صوبوں کو مقررہ اختیارات واقتدار کی حد تک خود مختاری حاصل ہو گی۔

جس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے گی اور ان حقوق میں جہاں تک قانون واخلاق اجازت دیں، مساوات، حیثیت ومواقع کی نظر میں برابری، عمرانی، اقتصادی اور سیاسی انصاف، اظہارِ خیال، عقیدہ، دین، عبادت اور جماعت کی آزادی شامل ہوگی۔

جس کی رو سے اقلیتوں اور پسماندہ و پست طبقات کے جائز حقوق کے تحفظ کا قرار واقعی

انتظام کیا جائے گا۔
جس کی رو سے نظام عدل گستری کی آزادی پوری طرح محفوظ ہوگی۔
جس کی رو سے وفاق کے علاقوں کی صیانت، آزادی اور جملہ حقوق، بشمول خشکی وتری اور فضا پر صیانت کے حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔ تاکہ اہل پاکستان فلاح وبہبود کی منزل پا سکیں اور اقوام عالم کی صف میں اپنا جائز وممتاز مقام حاصل کریں اور امن عالم اور بنی نوع انسان کی ترقی وخوش حالی کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کرسکیں۔"

کیا اس متن میں کسی ایک بھی قابل اعتراض بات کی نشان دہی کی جاسکتی ہے؟ موصوف اور ان کے حواری اس جملے یا لفظ کی نشان دہی کریں جس پر مسلمانان پاکستان یقین نہیں رکھتے۔ یا جو کسی بھی لحاظ سے قابل گرفت ہو۔ یہ پاکستان کی اساس تھی۔ پاکستان میں جتنے حکمران آئے، وہ بھی یہ بات جانتے تھے۔ یہ لاکھوں سال پہلے کی نہیں، آنکھوں دیکھی تاریخ تھی، چنانچہ انہوں نے کبھی قرارداد مقاصد کو آئین سے نکالنے یا مملکت کو سیکولر بنانے کی کوشش نہیں کی۔ تنہا یہی دلیل کہ جون ۱۹۴۹ء سے آئین کی معطلی، منسوخی، اور تبدیلیوں کے باوجود قرارداد مقاصد آئین سے نکالنے کی جرات نہیں کی جاسکی، اس کے حق ہونے کی بہت وزنی دلیل ہے۔ ظاہر ہے جب پاکستان کے حصول کی تحریک چلائی گئی تو وہ تھی ہی مذہب کی بنیاد پر۔ علمائے کرام نے اس تحریک میں تحریری اور تقریری بھرپور حمایت اسی بنیاد پر کی اور اسی کے لیے مسلم لیگ اور قائدین نے یقین دہانیاں کروائیں۔ تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ پاکستان بننے کے بعد اس مقصد، ان یقین دہانیوں اور ان وعدوں سے روگردانی کرلی جاتی۔ یہ تو نری منافقت ہوتی۔ یہ قائدین کے کردار پر اتنا بڑا داغ ہوتا کہ کسی طرح اسے دھونا ممکن نہ ہوسکتا۔ نہ قائداعظم ایسے کردار اور مزاج کے رہنما تھے، نہ لیاقت علی خان۔ چنانچہ قرارداد مقاصد یہ اسمبلی منظور نہ کرتی تو ریاست اپنا جواز کھو بیٹھتی۔ اس لیے کہ پھر سیکولر ہندوستان سے الگ ہونے کا جواز ہی نہیں رہتا۔

اگر انصاف سے سوچا جائے تو اسمبلی نے ریاست کا رخ متعین کرکے ملک وقوم کو اس ممکنہ خون خرابے سے بچایا جو جائز مطالبات کی تکمیل میں ٹال مٹول کی صورت میں پاکستان کے اندر شروع ہوسکتا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنے گھر اور جائیدادیں چھوڑیں، بزرگوں کی قبریں چھوڑیں۔ جانی اور مالی قربانیاں دیں۔

لٹ پٹ کر پاکستان پہنچے۔ کیا انہیں صبر آسکتا تھا کہ ان کے خواب کوئی حکومت بے دردی سے چکنا چور کر دے۔ اگر وہ انگریزوں، ہندوؤں اور سکھوں کا سامنا کر سکتے تھے تو نئی حکومت کا، جو ابھی پوری طرح مستحکم بھی نہیں ہوئی تھی، کیوں مقابلہ نہیں کر سکتے تھے؟ دستور ساز اسمبلی یہ منظور نہ کرتی تو مسلمان کسی بھی طرح چین سے نہیں بیٹھ سکتے تھے۔

اور یہ کوئی مفروضہ نہیں ہے۔ قیام پاکستان کے بعد سے ہر دور میں یہ بار بار ثابت ہوتا رہا ہے۔ خواہ وہ ختم نبوت کی ۱۹۵۳ء کی تحریک ہو، ۱۹۷۴ء کی یا ۱۹۷۷ء کی تحریک ہو یا کوئی اور۔ ہر بار یہ ثابت ہوا کہ حکومت عوام کے سیلاب کے سامنے بند نہیں باندھ سکتی۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نے جب مذہبی رخ اختیار کیا تو بھٹو جیسا مقبول حکمران بھی اس کے سامنے ٹک نہیں سکا تھا۔

قرارداد مقاصد کا متن آپ نے پڑھ لیا۔ اس کی منظوری کے بعد اسمبلی میں کیا کارروائی ہوئی، ذرا ایک نظر اس پر بھی ڈالیے۔ قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد اسمبلی میں ایک پرنسپل کمیٹی بنائی گئی جس نے قرارداد کی روشنی میں پہلے دستوری تجاویز دینی تھیں۔ اس کمیٹی میں کون لوگ تھے؟۔ ظفر اللہ خان (قادیانی)۔ غلام محمد۔ سردار عبد الرب نشتر۔ جناب فضل الرحمٰن۔ جوگندر ناتھ منڈل (غیر مسلم)۔ مولانا شبیر احمد عثمانی۔ ڈاکٹر عمر حیات ملک۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی۔ جناب کمینی کمار دتہ (غیر مسلم)۔ بیگم جہاں آرا شاہنواز۔ فیروز خان نون۔ سرس چندرا چٹو پادھیائے (غیر مسلم)۔ ممتاز محمد خان دولتانہ۔ مولانا محمد اکرم خان۔ میاں محمد افتخار الدین۔ سردار بہادر خان۔ ڈاکٹر محمود حسین۔ بیگم شائستہ چودھری۔ پریم ہری برما (غیر مسلم)۔ چودھری نذیر احمد خان۔ شیخ کرامت علی۔ لیاقت علی خان۔ یہ اس وقت کے ایوان کو دیکھیں تو بہت متوازن کمیٹی تھی۔ آپ ذرا ان ناموں میں موجود غیر مسلم ناموں پر بھی غور کیجیے۔

ذرا اس پر بھی غور کیجئے کہ جب یہ دعویٰ کیا جائے کہ محمد علی جناح سمیت بڑے مسلم لیگی رہنما تو ایک سیکولر ریاست بنانا چاہتے تھے لیکن مولانا شبیر احمد عثمانی اور علماء ایسا نہیں چاہتے تھے تو اس کی زد کہاں کہاں پڑتی ہے۔ اگر دعویٰ کرنے والوں کی بات مانی جائے تو یہ سیدھا سیدھا قائد اعظم، لیاقت علی خان وغیرہ پر دوغلے پن اور منافقت کا الزام ٹھہرتا ہے۔ نیز یہ بھی لازم ٹھہرتا ہے کہ قائدین چاروناچار مولانا شبیر احمد عثمانی کی بات ماننے پر مجبور ہو گئے تھے جو ان حضرات کے کردار پر بدنما داغ لگائے بغیر ممکن نہیں۔

کسی قوم کی بڑی بدنصیبی ہوتی ہے اگر وہ اپنے محسنوں کو نہ صرف فراموش کردے بلکہ محسن کشی پر اتر آئے۔مولانا شبیر احمد عثمانی بلا شبہ پاکستان اور قوم کے محسن ہیں۔ان کی شخصیت پر بے سروپا اور جھوٹے الزامات دراصل اسی محسن کش ذہن کا ایجنڈا ہے جو ہر غیر متنازعہ رہنما کو متنازعہ بنانا چاہتا ہے۔اس ذہن کے ہدف اقبال، قائد اعظم، لیاقت علی خان ہوا کرتے ہیں۔اس صف میں مولانا عثمانی بھی وہ قابل احترام، غیر متنازعہ، بے مفاد عالم رہنما ہیں جنہیں داغدار کرنا بھی اسی ایجنڈے کا حصہ ہے۔

تاریخ پڑھنے والے کو پتہ ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانی مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتگان میں سے تھے۔تحریک پاکستان میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کا کردار ناقابل انکار بھی ہے اور تاریخ میں درج بھی۔وہ مولانا تھانوی جو بہت سی ایسی تحریکوں میں عملاً کنارہ کش رہے جن کے بارے میں ان کے تحفظات موجود تھے،مطالبہ پاکستان کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔سب سے پہلے انہوں نے اپنے تربیت یافتگان کو اس طرف متوجہ کیا اور قائد اعظم اور مسلم لیگ کے اکابرین کے پاس پے در پے وفود بھیجے۔ان وفود میں علامہ عثمانی کا نام بھی شامل تھا اور میرے عظیم المرتبت دادا جناب مفتی محمد شفیع کا بھی۔دیگر نامور علمائے کرام بھی تھے۔ان کی مسلسل ملاقاتیں ہوئیں۔ان حضرات کی پرزور حمایت ہی سے ہوا کا رخ بدلا اور مسلم لیگ کو عوامی حمایت حاصل ہوئی۔مولانا تھانوی کی رحلت کے بعد تحریک پاکستان نے اور زور پکڑا اور یہ علماء جو اکثر دارالعلوم دیوبند سے وابستہ تھے، پرزور طور پر اس تحریک میں شریک ہوگئے۔یہ حضرات اپنے سیاسی نظریے کی وجہ سے مدرسے میں تقسیم اور تنازعہ نہیں چاہتے تھے چنانچہ یہ دارالعلوم سے مستعفی ہوکر مسلم لیگ کی حمایت میں آئے۔مولانا عثمانی صدر دارالعلوم کے منصب اور مولانا مفتی محمد شفیع صدر مفتی کے منصب سے علیحدہ ہوئے۔یہ دونوں مناصب ایک عمر کی ریاضت کے بعد حاصل ہوتے ہیں اور اپنی مادر علمی سے الگ ہونا الگ آزمائش تھی۔اسی آزمائش کا ایک رخ اپنے ہم مسلک علماء کے نظریے کی مخالفت تھی۔علماء بھی وہ جن میں کئی ایک اساتذہ کے درجے میں تھے۔مدارس سے وابستہ لوگ ان اداروں میں استاد، شاگرد کے رشتے سے واقف ہیں۔یہ حضرات اپنی دلی رائے کے مطابق اس مشکل مرحلے سے پوری استقامت کے ساتھ گزرے۔ان حضرات کو نظر آتا تھا کہ علمائے دیوبند کی جماعت جو ان کے استاد شیخ الہند،مولانا محمود حسن کی قائم کردہ جمعیت علماء ہند سے منسلک ہے کانگریس کے نظریے کی پوری طرح تائید کررہی ہے۔ضرورت تھی کہ پاکستان کے

حامی علماء کی ایک الگ جماعت ہو جو اپنے مؤقف کا اظہار کر سکے چنانچہ ۱۹۴۵ء میں جمعیت علمائے اسلام کی بنیاد ڈالی گئی اور کلکتہ میں اس کا پہلا اجلاس ہوا۔ مولانا عثمانی علالت کی وجہ سے اس میں شریک نہ ہو سکے لیکن ۲۹ صفحات کا پیغام بھیجا جو وہاں پڑھ کر سنایا گیا۔ بعد ازاں انہوں نے جمعیت علمائے اسلام کی صدارت بھی قبول فرمائی۔ یہ واضح رہے کہ علماء کی ان دونوں جماعتوں میں کسی کا مقصد انتخابی سیاست میں حصہ لینا نہیں بلکہ اپنے مؤقف کے مطابق کانگریس یا مسلم لیگ کی سیاسی حمایت تھا۔

تحریک پاکستان پر مولانا شبیر احمد عثمانی اور ان کے رفقاء کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے ملک کے طول وعرض میں اپنے بیانات کے ذریعے مسلم لیگ کے حق میں بڑی لہر پیدا کردی۔ وہ مسلمان جو تذبذب کی حالت میں تھے، مسلم لیگ میں شامل ہونے شروع ہوئے۔ اور فضا بدلنی شروع ہوگئی۔ ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگی ارکان کو مسلمان ووٹ ملنا اسی بدلی ہوئی فضا کا اثر تھا۔ لیکن یہ تنہا کارنامہ نہیں حقیقت یہ ہے کہ خود پاکستان کے پہلے وزیر اعظم نواب زادہ لیاقت علی خان کا انتخابات میں کامیاب ہونا بھی انہی حضرات کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ اس کی تفصیل بتانی بھی اس لیے ضروری ہے کہ ۷۸ سال پہلے کا یہ انتخابی معرکہ اب زمانے کی گرد میں چھپ گیا ہے۔

کل ہند مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل لیاقت علی خان ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں ضلع سہارنپور سے امیدوار تھے۔ اسی ضلع میں دیوبند کا شہر بھی آتا ہے۔ یہ پورا ضلع مسلم اکثریتی ووٹروں پر مشتمل تھا۔ لیکن یہ وہ علاقہ تھا جس میں مولانا حسین احمد مدنی کا بہت طاقتور حلقہ اثر تھا اور وہ کھل کر کانگریس کی حمایت میں تھے۔ کانگریس کی طرف سے ان کے قدیم اور مقبول سیاسی لیڈر محمد احمد کاظمی امیدوار تھے جن کی کانگریس سے وفاداریاں ضرب المثل تھیں۔ خود نہرو اور سردار پٹیل سمیت کانگریسی بڑے رہنما حلقے کا مسلسل دورہ کر رہے تھے اور ان کے پاس انتخابی مہم کے لئے پیسے کی کوئی کمی نہیں تھی۔ کانگریس ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ نوابزادہ لیاقت علی خان یہاں سے کامیاب ہوں۔ لیاقت علی خان خود بھی مایوس کن حالات سے بہت مضطرب تھے۔ اور ایک دن وہ اسی ملال کی کیفیت میں علامہ شبیر احمد عثمانی کے پاس دیوبند میں ان کے گھر پہنچے۔ علامہ عثمانی نے انہیں تسلی دی۔ اس موقع پر لیاقت علی خان نے یہ بھی کہا کہ کانگریس ووٹوں کی خریداری پر بے دریغ روپیہ خرچ کر رہی ہے۔ لیکن قائد اعظم نے ہمارے اجازت لینے پر کہا ہے کہ "اسکا تو بھول کر بھی تصور نہ کرنا۔ جو لوگ آج اپنا ووٹ فروخت کر سکتے ہیں وہ

کل پاکستان کو بھی بیچ ڈالیں گے۔ ہمیں ایسے کرائے کے ٹٹوؤں کی ضرورت نہیں ہے۔"

کانگریس ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ نوابزادہ لیاقت علی خان سہارنپور کے حلقے سے کامیاب ہوں۔ لیاقت علی خان خود بھی مایوس کن حالات سے مضطرب تھے۔ خواجہ آشکار حسین صاحب نے نقاد اور روزنامہ پیام ۱۹/اکتوبر ۱۹۵۵ء میں اس انتخاب کی یہ تفصیل بیان کی جس میں محض چند جملے یہاں شامل کر رہا ہوں:

"سب سے زیادہ سخت مقابلہ خود لیاقت علی خان کے حلقے میں تھا۔ مقابل امیدوار محمد احمد کاظمی صاحب تھے۔ (کاظمی صاحب مولانا ظفر احمد عثمانی کے رشتے دار بھی تھے، اس لیے مخالفین توقع کر رہے تھے کہ مولانا ظفر احمد عثمانی اس مہم میں حصہ نہیں لیں گے۔ سعود)۔ مقابلے میں لیگ کی انتخابی مشینری کا کوئی پرزہ بھی درست نہ تھا۔ (ووٹروں کی) اکثریت کاظمی صاحب کے ساتھ تھی۔ لیاقت علی خان دہلی سے نکل نہیں سکتے تھے کیوں کہ انہیں پورے ملک کے انتخابات کی فکر تھی۔ حالات بدتر ہونے لگے تو انہیں سنبھالنے کے لیے علی گڑھ سے طلباء کی یلغار کی گئی۔ مظفر نگر میں بھی یہی بدحالی تھی۔ لیاقت علی خان کے منیجر سردار اکرم، ان کے صاحب زادے امیر اعظم خان، اور طلبا علی گڑھ کے سربراہ پروفیسر عمر سب دم بخود تھے۔ فیصلہ ہوا کہ پروفیسر عمر دہلی جا کر لیاقت علی خان کو لائیں اور دوسری طرف کسی نہ کسی طرح مولانا محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ اپنی موافقت میں حاصل کیا جائے۔۔ میں وہاں پہنچا۔ دو دن کے بعد فتویٰ حاصل کیا۔۔ ہم سہارن پور پہنچے۔ وہاں حامیان لیگ نے کہا کہ یہاں مولانا مفتی محمد شفیع کے فتویٰ کے بغیر کام نہ چلے گا۔۔ میں نے دیوبند جا کر موصوف کا فتویٰ بھی حاصل کیا اور سہارنپور پہنچ کر اس کی طباعت کے انتظامات کرائے۔ ۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء کو پولنگ ہونے والا تھا۔ ۲۴ کو لیاقت علی خان سہارنپور پہنچے۔ میں فوراً ڈاک بنگلہ پہنچا۔ لیاقت علی خان بڑے جوش سے بغل گیر ہوئے۔ میں نے فوراً" مفتی (محمد شفیع) صاحب کا فتویٰ بھی پیش کر دیا۔ دیکھ کر اچھل پڑے"

جاری ہے.....

☆☆☆

اہل کتاب کوسلام کرنے کا طریقہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب تم کو اہل کتاب سلام کریں تو تم وعلیکم کہو۔(صحیح بخاری)

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ السام علیکم یعنی تم پر موت آئے۔تو میں نے ان پر لعنت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(اے عائشہ!)تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ میں نے کہا آپ نے نہیں سنا جو ان لوگوں نے کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے نہیں سنا، جو میں نے (ان کے جواب میں) کہہ دیا وعلیکم (بخاری فی الجهاد)

حضرت ابوعبدالرحمن جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں سوار ہو کر یہودیوں کی طرف جاؤں گا، لہٰذا تم انہیں ابتداء میں سلام نہ کرنا اور جب وہ تمہیں سلام کریں تو تم صرف وعلیکم کہنا۔(مسند احمد)

سونا برانڈ

الٰہی فلور مل : کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی

پلاٹ نمبر D-1، 11, 10 سیکٹر 21 کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی

فون نمبر: 35011771, 35016665, 35016664۔موبائل: 0300-8245793

جس نے والدین کی خدمت نہ کی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ناک خاک آلود ہوگئی، پھر ناک خاک آلود ہوگئی، پھر ناک خاک آلود ہوگئی عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون آدمی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے اپنے والدین میں سے ایک یا دونوں کو بڑھاپے میں پایا اور (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔ (صحیح مسلم)

اپنے ماں باپ پر لعنت کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت کرے، کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آدمی اپنے ماں باپ پر کس طرح لعنت کر سکتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی دوسرے کے باپ کو گالی دے تو وہ (اس کے جواب میں) اس کے ماں اور باپ کو گالی دے۔ (صحیح بخاری)

معین احمد جیولرز

دکان نمبر 9 علی سینٹر۔ نزد حبیب بینک طارق روڈ برانچ

بالمقابل سن شائن سوئٹ کراچی۔ 34537265.....34539989

مولانا نور اکرم صاحب

ملکی معاشی استحکام کے لئے حکمتِ عملی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

(پہلی قسط)

پیش لفظ

تمام تعریفیں اسی خدائے بزرگ و برتر کو سزاوار ہیں جس کی عظیم، بے مثل، بے عیب، لامتناہی نظام قدرت کی صناعی نے سائنسدانوں اور دانشوروں کو گنگ اور سرگرداں بنا رکھا ہے۔ اور درود وسلام ہو اس منبعِ نور وحکمت جناب نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کی سیرت طیبہ کی ہدایت پندرہویں صدی ہجری میں بھی مینارۂ نور بن کر قائم ہے اور اس کی ضیاء پاشیوں سے اقتباس کرکے آج بھی بھٹکتے مسافر سیدھی راہ پاتے ہیں، اور ان کی آل اور اصحاب پر جنہوں نے اس ہدایت کی چکاچوند روشنی سے سارے جہاں کی آنکھوں کو چندھیا کر خیرہ کردیا:

امابعد!

ہمارے وطن عزیز کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ اس دور کی واحد ریاست ہے جو خالص اسلام کی بنیاد پر وجود میں آئی۔ اس کی بنیاد میں نہ مخصوص جغرافیے کا نعرہ داخل تھا اور نہ ہی کسی مخصوص نسل یا زبان کا حوالہ تھا۔ اس کے نام کا انتخاب دنیا کی پہلی مسلم ریاست سے مقتبس ہے کیونکہ "پاکستان" بھی "مدینہ طیبہ" کی طرح دو لفظوں سے مرکب ہے جس میں سے پاک کا معنی طیبہ اور ستان کا معنی مدینہ ہے۔ ہمارا ملک وہ تاریخی ریاست ہے جسے ہمارے آباء واجداد نے "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ" کے مقدس نعرے کے ساتھ حاصل

کیا، پھر قرار داد مقاصد میں اس عہد کو باقاعدہ دستاویزی شکل میں بعد والوں کے لئے قلمبند کیا اور اور ۱۹۷۳ء کے آئین میں عملی طور پر اس نعرے کو نافذ کرنے کے اصول وقواعد منضبط کئے گئے۔

مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ آج تک ہونے والی ساری محنت صرف کاغذی دستاویزات کی شکل میں تو موجود ہے مگر ریاست مدینہ کے عملی راستے پر آج تک ہم ایک قدم بھی نہیں چل سکے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج پچھتر سال گذرنے کے باوجود ہم سیاست، معیشت، دیانت، عدالت غرض تمام میدانوں میں ناکام اور شکست خوردہ کھڑے ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس ہماری اسوۂ حسنہ ریاست مدینہ صرف دس سال کے عرصے میں ساری دنیا کے لئے قابل رشک اور صرف بیس سال کی مدت میں دنیا کی واحد سپر پاور بن چکی تھی۔

آج گوں ناگوں مسائل میں گھرے ہمارے عزیز وطن کا سب سے بڑا مسئلہ معاشی عدم استحکام ہے جس نے ہمیں ناکام ریاست بننے کی دہلیز پر لا کھڑا کیا ہے۔ آج بھی اگر ہم حقیقی ریاستِ مدینہ کے راستے کو اپنا لیں اور سیرتِ طیبہ کی مثال پر عمل کر لیں تو ہم حقیقی ریاستِ مدینہ والی دن دوگنی رات چگنی ترقی دیکھ سکتے ہیں۔

اس مختصر مقالے میں انتہائی اختصار کے ساتھ ہمارے آج کے مسائل پر غور کرتے ہوئے ملکی معاشی استحکام کی حکمت عملی کو سیرت النبی اور ریاست مدینہ کی روشنی کے تناظر میں تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ملکی معاشی استحکام کے لئے سیرت النبی کی روشنی میں حکمت عملی تلاش کرنے کے لئے ہمیں چند سوالات کے جوابات اور چند عنوانات کی تفصیل جاننے کی ضرورت ہے۔ اور یہی ہمارے مقالے کا خطہ بھی ہے:

معیشت کیا ہے؟

ملکی معیشت سے کیا مراد ہے؟

معاشی استحکام کیا ہوتا ہے؟

ریاست مدینہ کے ابتدائی معاشی مسائل۔

ریاست مدینہ کا استحکام۔

ریاست مدینہ کا معاشی راستہ

دنیا میں موجود نظام ہائے معیشت

پاکستان کی موجودہ معاشی عدم استحکام کی وجوہات اور سیرت کی روشنی میں ان کا حل

معیشت کیا ہے؟

لفظ معیشت انگریزی زبان کے لفظ economics کی اردو تعبیر ہے۔ economics کی مختلف فلاسفرز نے مختلف تعریفات کی ہیں: مثلاً ایڈم سمتھ کے بقول: پیدائش دولت، صرف دولت، تقسیم دولت اور تبادلۂ دولت کی تفتیش کو علم معیشت کہتے ہیں۔ جبکہ الفریڈ مارشل کے بقول یہ دولت اور انسان کے دولت حاصل کرنے اور خرچ کرنے کے طریقے کا علم ہے، اس کے برعکس لیونل رابن نے علم معیشت انسان کی بے شمار خواہشات اور محدود وسائل کے درمیان جوڑ کا نام قرار دیا ہے[۱]۔ مگر ان تمام تعریفات میں جامع یا مانع ہونے کے لحاظ سے نقص پایا جاتا ہے۔

آکسفورڈ لینگویج کے حوالے سے گوگل [۲] کی نقل کردہ تشریح جسے مختلف یونیورسٹیز کی ویب سائٹ پر جگہ ملی ہے درج ہے [۳]:

> Economics is the branch of knowledge concerned with the production, consumption, and transfer of wealth.[۴]

---

(۱)Economics Definition, History, Examples, Types,Facts Britannica ※※24، مارچ 2023, https//:www.britannica.com/topic/economics.

(۲)economics meaning- Google Search تاریخ الوصول، 3 اپریل 2023, https//:www.google.com/search?q=economics+meaning&rlz=1C1CHBD enPK928PK928sxsrf= APwX EdeIN BhJgy6 78Us B _KPaadqx5cVk0Q% 3A1680483371827ei=KyQqZIaOMpqekdUPvpCjaA&oq=economics+&gs_lc p=Cgxnd3Mtd2l6LXNlcnAQARgAMgwIABCKBRBDEEYQ-QEyCgg AEIoFELEDEEMyBwgAEIoFEEMyBwgAEIoFEEMyBwgAEIoFEEMyBwg AEIoFEEMyBwgAEIoFEEMyBwgAEIoFEEMyBwgAEIoFEEMyBQg AEIAEOgoIABBHENYEELADOgoIABCKBRCwAxBDSgQIQRgAUO0HWO0H Yl_aAFwAXgAgAHzAYgB8wGSAQMyLTGYAQCgAQHIAQrAAQE&sclient= gws-wiz-serp.

(۳)Economics ※※Career Development Center, 11، اپریل 2016,https//:career .oregonstate.edu/major/economics.

(۴)Economics Flashcards ※※Quizlet تاریخ الوصول، 3 اپریل 2023,https//:quizlet. com / 189443312/economics-flash-cards./

یعنی معیشت علم کی اس شاخ کا نام ہے جس کا تعلق دولت کی پیدوار، استعمال اور انتقال سے ہے۔

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اپنی کتاب اسلام اور جدید معیشت میں اکنامکس کا اردو ترجمہ معیشت کی بجائے عربی لفظ اقتصاد کو قرار دیا ہے۔(۱) جس کا اردو ترجمہ میانہ روی ہونا چاہیئے۔ جبکہ حدیث شریف میں خرچ میں میانہ روی کی ترغیب دیتے ہوئے یہی لفظ استعمال ہوا ہے جیسا کہ معجم طبرانی میں ہے: الِاقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيشَةِ (۲)

اگر ہم اکانومی کو معیشت کی بجائے اقتصاد کہیں اور سمجھیں تو صرف یہی لفظ بھی ہمیں معاشی استحکام کے راستے پر چلا سکتا ہے۔

ملکی معیشت کیا ہے؟

جنرل ملٹی لینگول ٹریژر نامی ویب سائٹ نے ملکی معیشت کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

A nation's financial resources and its financial management, with a view towards its productivity(۳).

ملکی یا قومی معیشت کسی قوم کی پیداوار کو بذریعہ اس کے معاشی وسائل، اور اس کے معاشی انتظام کے دیکھنے کا نام ہے۔

گویا کہ ملکی معیشت کا اردو ترجمہ "چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانا" بھی کیا جا سکتا ہے۔

معاشی استحکام کیا ہے؟

معاشی استحکام کی تعریف یونائیٹڈ نیشن کے ادارے الاسکوا کے مطابق درج ذیل ہے۔

Economic stability: A term used to describe the financial system of

(۱)۔ مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معیشت وتجارت (کراچی: ادارۃ المعارف، د.ت) ص ۱۹

(۲)۔أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني، المعجم الأوسط (دار الحرمين - القاهرة، ١٤١٥ هـ - ١٩٩٥ م).(25/7)

(۳)national economy 2023 تاریخ الوصول، ۴ اپریل

https//:www.eionet. europa. eu/ gemet/en/concept/5475.

a nation that displays only minor fluctuations in output growth and exhibits a consistently low inflation rate. Economic stability is usually seen as a desirable state for a developed country that is often encouraged by the policies and actions of its central bank.(١)

معاشی استحکام: ایک اصطلاح جو کسی قوم کے مالیاتی نظام کو بیان کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو پیداوار میں اضافے میں صرف معمولی اتار چڑھاو کو ظاہر کرتا ہے اور مہنگائی کی مسلسل کم شرح کو ظاہر کرتا ہے۔ اقتصادی استحکام کو عام طور پر ایک ترقی یافتہ ملک کے لیے ایک مطلوبہ ریاست کے طور پر دیکھا جاتا ہے جس کی اکثر اس کے مرکزی بینک کی پالیسیوں اور اقدامات سے حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

نتیجہ

اگر معیشت، ملکی معیشت اور معاشی استحکام کی تعریفوں کو ایک ساتھ دیکھیں تو اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ کسی ملک کے معاشی استحکام کے لئے ضروری ہے کہ اس کے اخراجات آمدنی کے مقابلے میں کم ہوں اور وہ اپنے معاملات میانہ روی سے انجام دیتا ہو۔

ریاست مدینہ کے ابتدائی معاشی مسائل

آپ ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے جب ریاست مدینہ کی بنیاد بنتی ہے تو ریاست کے پاس کوئی خزانہ نہیں ہے۔ ریاست کے موجود وسائل میں سے قلاش مہاجرین کا بھی بندوبست کرنا ہے۔ جبکہ مدینہ کے انصار خود بھی معاشی طور پر کوئی بہت زیادہ مضبوط نہیں ہیں۔ اوس اور خزرج کی آپس کی سالہا سال کی جنگوں نے ان معاشی حالات کو ابتر کیا ہوا ہے۔ یہودی مہاجنوں کے سود میں اٹے ہوئے ہونے کے ساتھ اپنے ہم وطن ہم دین لوگوں کا بغض لئے پھرتے ہیں۔ اردگرد کے تمام قبائل اور اقوام اس چھوٹی سی ریاست کے دشمن ہیں۔(٢)

---

(١)"Economic Stability" United Nations Economic and Social Commission for Western Asia تاریخ الوصول,4،اپریل 2023,http//:www.unescwa. org/sd-glossary/ economic-stability.

(٢)۔علامہ شبلی نعمانی وعلامہ سید سلیمان ندوی، سیرت النبی، ستمبر 2002م 4(انارکلی۔لاہور: ادارہ اسلامیات، د.ت) ملخصاً

ریاست مدینہ کا استحکام

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت تک صرف دس سال کے عرصے میں مدینہ کے اکثر شہری جائیدادوں کے مالک ہو چکے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے دور تک اکثر آبادی اہل ثروت بن چکی ہے۔ لوگوں کے گھروں میں مال ڈھیریوں کی شکل میں لگا ہوتا تھا۔ حتی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں زکوۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔ (۱)

ریاست مدینہ کا معاشی راستہ

ریاست مدینہ کے نظام معیشت کو سمجھنے کے لئے ریاست مدینہ کے نظام معاشرت کو سمجھنا بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ ریاست مدینہ کے مثالی ریاست اور معیشت بننے میں ان کی معاشرت کا بڑا عمل دخل رہا ہے۔ اس لئے ریاست مدینہ کے معاشی ستونوں کے ساتھ معاشرتی ستونوں کا ذکر بھی ضروری ہے۔

مفت اور فوری انصاف

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلفاء اور آپ کی تعلیمات میں ریاست کی سب سے پہلی ترجیح مفت اور فوری انصاف مہیا کرنا رہی۔ عمومی طور پر ایک ہی مجلس میں فیصلہ سنا دیا جاتا، جس پر فوری عمل بھی کیا جاتا تھا۔ ہر علاقے میں عمومی طور پر گورنر اہل علم مقرر ہوتے اور وہی انتظامی معاملات کے ساتھ عدالتی معاملات کو بھی حل فرماتے۔ علیحدہ سے قاضی بھی مقرر کئے جاتے مگر عمومی طور پر وہ حدود وقصاص کے معاملات کو نہیں دیکھتے تھے۔ (۲)

کھرا انصاف

ریاست مدینہ کے نظام انصاف میں کھرا انصاف نافذ کیا گیا جس میں نہ تو اقربا پروری کا شائبہ تھا، نہ کسی رتبے والے کا لحاظ تھا اور نہ ہی کسی دشمن سے عداوت۔ اُس کی وجہ قرآن پاک میں سورہ نساء اور سورۂ مائدہ میں بے لاگ انصاف کے ساتھ کھڑے ہونے کا ارشاد ہے کہ خواہ فیصلہ اپنی ذات کے خلاف ہو یا

---

(۱)۔ محمد يوسف بن محمد إلياس بن محمد إسماعيل الكاندهلوي، حياة الصحابة، الطبعة: الأولى. ۱٤۲۰ هـ-۱۹۹۹ م ٥ م (بيروت - لبنان: مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع. د.ت).ملخصا

(۲)۔ محمد رأفت عثمان، النظام القضائی فی الفقہ الاسلامی الطبعۃ: الثانیۃ ۱٤۱٥ھ۱۹۹٤م (دار البیان، د.ت) ملخصا

والدین کے خلاف یا خواہ دشمن کے مفاد میں ہی کیوں نہ ہو۔اسی طرح عہد نبوی اور خلفاء میں ایسی بیسیوں مثالیں موجود ہیں جن میں فیصلہ مسلمان کے خلاف اور یہودی کے حق میں آیا۔حتی کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں قاضی شریح نے یہودی کے حق میں اور حضرت علیؓ جو کہ اس وقت امیر المومنین تھے کے خلاف دیا۔ (۱) حضور ﷺ کا فاطمہ مخزومیہ کے خلاف حد کے وقت کا جملہ مشہور ہے کہ اگر فاطمہ مخزومیہ کی جگہ فاطمہ بنت محمد بھی ہوتی تو بھی سزا نافذ ہوتی۔ (۲)

مساوات

آپ ﷺ کی اور خلفاء راشدین کے نظام کی ایک اور خصوصیت سب کے ساتھ برابری کا سلوک ہے۔ ریاست مدینہ میں طبقاتی نظام نہیں۔حتی کہ غلام بھی مالک جیسا کھاتے اور پہنتے ہیں۔حتیٰ کہ سواری میں بھی برابری حاصل ہے۔ نہ تو امیر غریب کا فرق ہے، نہ غلام اور آزاد کا فرق ہے، نہ کالے گورے کا فرق ہے۔ نہ عربی عجمی کا فرق ہے۔حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ میں ،حضرت خبابؓ اور حضرت عمرؓ میں، حضرت بلالؓ اور حضرت دحیہؓ میں اور حضرت صہیب رومیؓ اور حضرت ابوبکرؓ میں کوئی فرق نہیں تھا۔ سورۂ حجرات میں اس طرف اشارہ ہے اور خطبہ حجۃ الوداع اور آپ ﷺ کا برتاؤ اس کی صراحت ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ امیر اور رعایا میں بھی فرق نہیں تھا۔آپ ﷺ اپنے متبعین کے ساتھ ایسے تشریف رکھتے تھے کہ باہر سے آنے والا آپ کو پہچان نہ پاتا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا وظیفہ عام مہاجر کے برابر مقرر کیا۔ (۳)

سید القوم خادمھم

ریاست مدینہ میں امیر خود عوام کے مسائل معلوم کرنے اور ان کے حل کی کوشش کرتا تھا۔ امیر عوام سے زیادہ مشقت اور مشکلات کو جھیلتا تھا۔حضور سب سے زیادہ فاقہ کاٹتے ۔حضرت ابوبکر نے خلفاء کی تنخواہ عام

---

(۱)۔ علاء الدين علي بن حسام الدين ابن قاضي خان القادري الشاذلي الهندي البرهانفوري ثم المدني فالمكي الشهير بالمتقي الهندي (ت ٩٧٥هـ) ابن قاضي خان، كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال (بيروت - لبنان: مؤسسة الرسالة. د.ت).(٢٦/٧)

(۲)۔ أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي بن سنان بن بحر بن دينار الخراساني النسائي، سنن النسائي، الطبعة: الأولى، ١٣٤٨ هـ- ١٩٣٠ م (: المكتبة التجارية الكبرى بالقاهرة. د.ت).(٧۴/٨)

(۳)۔الكاندهلوي حياة الصحابة.ملخصا

مہاجرین کے برابر مقرر کی۔حضرت عمر کا رنگ مشقت کی وجہ سے بدل گیا۔خود محتاجوں کے پاس راشن اپنی کمر پر اٹھا کر لے جاتے تھے۔ (۱)

شفافیت

ریاست مدینہ کی ایک اور خصوصیت انصاف اور تقسیم میں شفافیت تھی۔آپ ﷺ خود غلط فہمی کو دور فرماتے تھے۔اعتکاف کے دوران ام المومنینؓ کے بارے میں حضور کی وضاحت ایک مثال ہے۔ (۲) ریاست مدینہ میں ہر شخص کو معلومات حاصل کرنے کی آزادی تھی۔ایک عام شہری حضرت عمر سے سرِ عام غنیمت کا کپڑا زیادہ ملنے کا پوچھ سکتا تھا۔ (۳)

کردار سازی

ریاست مدینہ کی ایک خاص صفت کردار سازی تھی جس کی وجہ سے ایک جاہل گنوار قوم، نہ صرف یہ کہ خود تہذیب یافتہ، اور تعلیم یافتہ بن گئی بلکہ دوسروں کی کردار سازی کرنے میں لگ گئی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میرے والد مجھے کہتے تھے کہ اے عمر تجھے اونٹ چرانے بھی نہیں آتے۔ (۴)

ایثار

صحابہ کرام کی ریاست مدینہ میں جو تربیت ہوئی تھی اس کا ایک خاص پہلو ان میں دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دینے کی عادت تھی۔جو لوگ پہلے دوسروں کے خون کے پیاسے تھے وہ دوسروں کو پانی پلانے کے لئے خود پیاسے شہید ہو جانے کو ترجیح دیتے تھے۔مہمان کو کھلاتے خود بھوکے رہتے تھے۔ (۵)

سادگی

ریاست مدینہ کے اوصاف میں سے ایک وصف سادگی بھی ہے۔جہاں ایک طرف اتنی محبت ہے کہ ہر

---

(۱)۔الکاندهلوي. ملخصا

(۲)۔ أبو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني الصنعاني، المصنف، الطبعة: الثانية ١٠ م (مركز البحوث وتقنية المعلومات - دار التأصيل ١٤٣٧ هـ - ٢٠١٣ م).(٩۴/۵ ط التأصيل الثانية)

(۳)۔محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية ابن قيم إعلام الموقعين عن رب العالمين الطبعة: الأولى، ١٤١١هـ-١٩٩١م (دار الكتب العلمية - بيروت د.ت).(١٢٣/٢ ط العلمية)

(۴)۔نعمانی و ندوی سیرت النبی.ملخصا

(۵)۔الكاندهلوي حياة الصحابة.ملخصا

ایک حضور پر جان دیتا ہے وہیں شادی کا بتانا بھی ضروری نہیں سمجھتے۔ امیرالمومنین کے پاس لباس کے لئے صرف دو چادریں ہیں۔ دنیا کا سامان بہت زیادہ جمع کرنے کی فکر ہی نہیں ہے۔ (۱)

مدینہ کا بازار

ریاست مدینہ کے بازار میں بیع کی تمام اقسام موجود تھیں۔ نقد، ادھار اور سلم کے طور پر بیع جائز تھی البتہ بیع الکالی بالکالی یعنی ادھار کی ادھار کے بدلے بیع ممنوع تھی۔

بیچنے کے مختلف طریقے رائج تھے۔ جن میں سے نیلام، مرابحہ، تولیہ اور مقایضہ وغیرہ داخل ہیں۔ بیع کے بعد بھی مختلف وجوہ سے مبیع کا واپس کیا جانا ممکن تھا۔ جس میں خیار شرط، خیار عیب، خیار رویت وغیرہ داخل ہیں۔ ان سب کے علاوہ اقالہ بھی موجود ہے جس کے ذریعے مکمل شدہ بیع کو بھی واپس کیا جا سکتا ہے۔ (۲)

مارکیٹ پر عائد شدہ پابندیاں

ریاست مدینہ میں اگرچہ رسد وطلب کے قانون کو تسلیم کیا جاتا ہے مگر پھر بھی مارکیٹ آزاد نہیں ہے۔ ریاست مدینہ میں مارکیٹ میں کئی طرح کی پابندیاں ہیں جو بنیادی طور پر فرد کو منع کرتی ہیں۔ مگر فرد کے خود ان ممنوعات سے نہ رکنے پر حکومت اس میں مداخلت کرتی ہے۔۔

ربا یا سود

سود ابتداء میں جائز رہا، ہجرت کے وقت مدینہ میں یہودی سود پر قرض دیتے تھے مگر آپ نے مہاجرین کو کاروبار کے لئے قرض لینے کا نہیں کہا بلکہ مواخات کروائی۔ سود کی حرمت کا باقاعدہ اعلان حجۃ الوداع کے خطبے میں حضرت عباسؓ کے سود کو ساقط کر کے فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں نجران کے لوگوں کو سود لینے کی وجہ سے جلاوطن کیا۔ (۳)

اس کے علاوہ درج ذیل اعمال ریاست مدینہ میں بالکل منع تھے اور ایسا عمل کرنے والے کو سزا ملتی تھی۔

---

(۱)۔ الكاندهلوي. ملخصا

(۲)۔ محمد یوسف الدین یوسف، اسلام کے معاشی نظریے (کراچی: الائید بک کمپنی جامعہ کراچی، مئی ۸۴ء).

(۳)۔ : أحمد بن يحيى بن جابر بن داود البَلَاذُري، فتوح البلدان (دار ومكتبة الهلال- بيروت، ١٩٨٨ م). »فتوح البلدان(ص٧٣):»فلما استخلف عمر بن الخطاب رضي الله عنه أصابوا الربا وكثر فخافهم عَلَى الإِسْلام فأجلاهم وكتب لهم

قمار یا جوا کھیلنا

سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے جوا کھیلنا حرام قرار دیا ہے۔ (۱)

ظلم کرنا

ظلم کو قیامت کی اندھیری قرار دیا ہے (۲)۔ اسی طرح یہ مسلمان کی شان کے خلاف ہے کہ وہ دوسرے مسلمان پر ظلم کرے۔ (۳)

جھوٹ بولنا یا غلط بیانی کرنا

قرآنِ کریم میں جھوٹ بولنے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بتائی گئی ہے۔ (۴)

وعدہ خلافی کرنا یا بددیانتی کرنا

ان دونوں باتوں کو منافق کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ (۵)

جعل سازی کرنا

مسلمانوں کے ساتھ جعل سازی کرنے والے اور دھوکہ دینے والے کو امت میں سے خارج قرار دیا۔ (۶)

---

(۱)۔ ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [المائدة: ۹۰]

(۲)۔ أبو بكر بن أبي شيبة، عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان بن خواستي العبسي (ت. ۲۳۵ھ) ابن أبي شيبة، الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار، ۷ م (الرياض: مكتبة الرشد، الطبعة: الأولى، ۱٤۰۹).»مصنف ابن أبي شيبة« (۵۴۷/۱۹ ت الشثري):»"إياكم والظلم فإن الظلم ظلمات يوم القيامة"

(۳)۔ الإمام أحمد بن حنبل (١٦٤ - ٢٤١ إبن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل. ٥٠ (آخر ٥ فهارس) م (بيروت: مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، ١٤٢١ هـ - ٢٠٠١ م).۴۲۲/۷ ت أحمد شاكر):»المسلم أخو المسلم، لا يظلمهُ ولا يخذلُه ولا يَحْقِرُه، التقوى ها هنا، وأشار بيده إلى صدره، ثلاث مراتٍ، حسبُ امرئٍ مسلمٍ من الشر أن يَحْقِرَ أخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام، دمُه، وماله، وعرضه"

(۴)۔ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ [آل عمران: ۶۱]

(۵)۔أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري الجعفي البخاري، صحيح البخاري، الطبعة: الخامسة ۷ (الأخير فهارس) م (دمشق: دار ابن كثير، دار اليمامة) ، ١٤١٤ هـ - ١٩٩٣ م). (۲۱/۱ت البغا):»(آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَان)

(۶)۔إبن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل.

مارکیٹ ریٹ سے کم پر بیچنا

حضرت عمر نے ایک شخص کو مارکیٹ ریٹ سے کم میں بیچتا دیکھا تو اسے منع فرمایا۔(۱)

احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی کرنا

ذخیرہ اندوز کو بدترین شخص قرار دیا۔ اسی طرح ذخیرہ اندوزی کرنے والے پر لعنت کی گئی۔(۲)

اجارہ داری قائم کرنا

سورہ حشر میں کسی ایک فریق کی اجارہ داری قائم ہونے کو غلط قرار دیا گیا ہے۔(۳)

حرام چیزوں کی بیع

آپ ﷺ نے حرام چیزوں کی اجرت کو بھی حرام قرار دیا۔(۴)

آلاتِ فسق وفجور

آپ ﷺ نے فسق وفجور کے آلات کی خرید وفروخت سے بھی منع فرمایا۔(۵)

---

(۱)۔مالك بن أنس الإمام مالك، موطأ مالك - رواية يحيى - ت عبد الباقي (بيروت - لبنان: دار إحياء التراث العربي، ١٤٠٦ هـ ١٩٨٥ م). (٢/٦٥١ت عبد الباقي):أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مَرَّ بِحَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ وَهُوَ يَبِيعُ زَبِيبًا لَهُ بِالسُّوقِ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: (إِمَّا أَنْ تَزِيدَ فِي السِّعْرِ. وَإِمَّا أَنْ تُرْفَعَ مِنْ سُوقِنَا)

(٢)۔أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي (٣٨٤ - ٤٥٨ هـ) البيهقي، شعب الإيمان، الطبعة: الأولى (. بيروت- لبنان: دار الكتب العلمية، ١٤٢١ هـ - ٢٠٠٠ م). » (٥٢٥/٧ ت زغلول):»بئس العبد المحتكر إذا رخص الله الأسعار حزن وإذا غلَى فرح

(٣)۔الصنعاني، المصنف. »مصنف عبد الرزاق«(٣٤/٨ ط التأصيل الثانية):»أَنَّ الْمُحْتَكِرَ مَلْعُونٌ. وَالْجَالِبَ مَرْزُوقٌ« ﴿كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ﴾ [الحشر:٧]

(٤)۔ مالك بن أنس (٩٣ - ١٧٩ هـ) الإمام مالك، موطأ الإمام مالك روايةأبي مصعب الزهري المدني (١٥٠ - ٢٤٢ هـ)، الطبعة: الأولى، ٢ م (بيروت: مؤسسة الرسالة، ١٤١٢ هـ - ١٩٩١ م). (٩٥٠/٤ت الأعظمي):»أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ« وفي رواية»موطأ ابن وهب الصغير« (٨١/١):»فان الله لعن الخمر، وعاصرها، ومعتصرها، وشاربها، وساقيها، وحاملها، والمحمولة اليه، وبائعها، ومشتريها، وأكل ثمنها»«وفي الأموال لابن زنجويه«(١٧٩/١):ذُكِرَ لَهُ أَنَّ عُمَّالًا لَهُ يَأْخُذُونَ ثَمَنَ الْخِنْزِيرِ وَالْخَمْرِ، فَقَالَ عُمَرُ: »وَلُّوهُمْ بَيْعَهَا ، وَلَا تَشَبَّهُوا بِيَهُودَ، حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ فَبَاعُوهَا، وَأَكَلُوا أَثْمَانَهَا

(٥)۔ إبن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل.(٥٠٢/٣٦ ط الرسالة):(عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا يَحِلُّ بَيْعُ الْمُغَنِّيَاتِ وَلَا شِرَاؤُهُنَّ وَلَا تِجَارَةٌ فِيهِنَّ، وَأَكْلُ أَثْمَانِهِنَّ حَرَامٌ ")

اموال ربویہ میں تفاضل اور نسیئہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اموال ربویہ میں ادھار اور تفاضل کو ناجائز قرار دیا۔(۱)

تلقی جلب

آنے والے تجارتی قافلے سے شہر سے باہر جا کر ملنے سے منع فرمایا۔(۲)

بیع الحاضر للبادی

شہری کا دیہاتی کی طرف سے بیچنا بھی ناجائز قرار دیا۔(۳)

جاری ہے.....

☆☆☆

---

(۱)۔أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري (٢٠٦ - ٢٦١ هـ النيسابوري، صحيح مسلم، ٥ (متسلسلة الترقيم) (الأخير فهارس) م (ببيروت: دار إحياء التراث العربي، ١٣٧٤ هـ - ١٩٥٥ م).٥/۴۴ ط التركية):عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: » الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، سَوَاءً بِسَوَاءٍ، يَدًا بِيَدٍ، فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ، فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ، إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ.

(۲)۔أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، وماجة اسم أبيه يزيد (ت ٢٧٣هـ) ابن ماجة، سنن ابن ماجه (دار إحياء الكتب العربية، د.ت). »سنن ابن ماجه« (٣٠١/٣ ت الأرنووط):»عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: "لَا تَلَقَّوا الْأَجْلَابَ، فَمَنْ تَلَقَّى مِنْهُ شَيْئًا فَاشْتَرَى، فَصَاحِبُهُ بِالْخِيَارِ، إِذَا أَتَى السُّوقَ"

(۳)۔أبو داود، سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير الأزدي (ت ٢٧٥) السجستاني، سنن أبي داود مع شرحه عون المعبود (الناشر: المطبعة الأنصارية بدهلي- الهند، د.ت). »سنن أبي داود« (٣١٢/٥ ت الأرنؤوط):(عن ابن عباس، قال: نهى رسول الله - صلَّى الله عليه وسلم - أن يبيع حاضرٌ لبادٍ، فقلت: ما يبيعُ حاضرٌ لبادٍ؟ قال: لا يكونُ له سمسارا)

مفتی احمد عبداللہ یاسر قاسمی

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ

رسول رحمت، سید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ایک ایسی کامل و اکمل اور عظیم ترین شخصیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جامعیت و کاملیت اور عالمگیریت نے کائنات کے ہر ذرے، ہر گوشے اور ہر شعبہ حیات کو متاثر کیا، عبادات ہو یا معاملات، اخلاقیات ہو یا معاشرت، عدالت ہو یا سیاست، ریاستی احکامات ہوں یا سفارتی تعلقات، جنگی تدابیر ہوں یا گھریلو مسائل، تمام میں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات کامل و اکمل نمونہ کے طور پر سامنے آتی ہے، رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ حیاتِ انسانی کے تمام گوشوں پر محیط دکھائی دیتی ہے، عہد رسالت سے قبل کی حیات طیبہ میں آپ ایک امانت دار تاجر، بہترین شوہر، اچھے دوست، یتیموں کے در یتیم، بیواؤں اور مساکین کے غمخوار اور امانت و صداقت کے علمبردار نظر آتے ہیں تو وہیں بعثت نبوت کے بعد ایک عظیم الشان داعی، غزوات اور سرایا میں ایک زبردست کمانڈر وسپہ سالار، ریاست مدینہ کے مایہ ناز سربراہ، ایک کامیاب جج، ایک کامیاب معلم، ایک کامیاب رہبر، ایک کامیاب سیاسی قائد دکھائی دیتے ہیں۔

سیرت نبوی اسلام کا دائمی معجزہ

یہ اس لئے کہ سیرت نبوی اسلام کا دائمی معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے کہ ہر نوع اور ہر آن تبدیل ہوتی ہوئی دنیا کے ہمرکاب رہتی ہے، ہر دور اور ہر زمانے اور ہر علاقے میں ہر ہر طریقہ سے رشد وہدایت کا منارہ نور بن کر بھٹکی ہوئی انسانیت کو نشانِ منزل ہی نہیں بلکہ منزلِ دوام عطا کرتی ہے۔

کیا یہ سیرت نبوی کا معجزہ نہیں ہے کہ آج تک دنیا نے آپ کی ذات بابرکات کو جس قدر قابل اعتناء

ولائق اہتمام سمجھا اور جس خوبی اور حوصلہ و نیاز مندی کے ساتھ سیرت طیبہ کے ہر زاویہ کو سنوارا، اس اعزاز کا عُشرِ عَشیر بھی کسی کے حصے میں نہیں آیا، کیا یہ سیرت نبوی کا اعجاز نہیں ہے کہ آپ کی زبان کا ایک ایک حرف، حرکات وسکنات کی ایک ایک ادا، اور آپ کی جلوت وخلوت کے ایک ایک خط وخال کا عکس آج بھی موجود ہے اور آپ کی حیات طیبہ کی ایک ایک کیفیت کتب سیرت کے اوراق میں باتفصیل محفوظ و مامون ہے۔

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کریم کی عملی توضیح

یہ اس لیے بھی کہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ قرآن کریم کی عملی تفسیر وتوضیح ہے قرآن اگر متن ہے تو سیرت اس کی تشریح، قرآن علم ہے تو سیرت اس کی عملی تطبیق، قرآن صحف و ما بین الدفتین اور اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہے تو سیرت اس زندہ وجاوید پیکر جمیل کا نام ہے جس نے مکے کی گلیوں اور بازاروں میں چلتے پھرتے توحید کے نغمے سنائے اور مدینہ میں سلطنت مدینہ کی بنیاد رکھی جس نے اہل دنیا کو ایک منفرد طرز حکمرانی سے روشناس کروایا، یہی وہ حقیقت ہے جس کا اظہار ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح بیان کیا تھا کہ کان خلقه القرآن کہ آپ چلتے پھرتے قرآن ہیں، انہی وجوہ کے سبب خالقِ کائنات نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تاقیام قیامت آئیڈیل اور بہترین اسوہ بنا کر امت کے سامنے پیش کیا، ارشاد باری ہے: درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یومِ آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔ (سورہ الاحزاب ۲۱)

اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور اطاعت کو دراصل اپنی خوشنودی حاصل کرنے کا واحد ذریعہ قرار دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا۔ (سورۃ آل عمران: ۳۱)

اور جو شخص رسول کی اطاعت کرے گا بیشک اس نے خدا کی اطاعت کی (سورۃ النساء: ۸۱)

ہماری بے حسی و مردہ دلی

لیکن مقام افسوس کہ آج ہم جس طرح مطالعہ سیرت سے غفلت برت رہے ہیں اور اس کے پیغام کو فراموش کر رہے ہیں وہ شاید اس دور کی تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے؛ ہمیں پتہ ہی نہیں کہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عصر حاضر میں سیرت طیبہ کی سخت ترین ضرورت و معنویت

یہ بات حقیقت ہے کہ سیرت طیبہ کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے لیکن موجودہ وقت میں اس کی اہمیت و معنویت اور ضرورت دوگنا ہوجاتی ہے کیونکہ کہ موجودہ دور گلوبلائزیشن (Globalization) اور عالمگیریت کا دور ہے، اور پوری دنیا کسی گلوبل سسٹم (Global System) اور عالمگیر نظام کی طرف تیزی سے رواں دواں ہے، سائنس اور ٹکنالوجی آسمان کو چھو رہی ہے، ہر روز نئے نئے انکشافات نئی نئی ایجادات سامنے آرہی ہیں، مادیت کا سیلاب بلاخیز ہے کہ تھمنے کا نام نہیں لیتا، جدھر دیکھو سامان عیش ونشاط کی فراوانی ہے، شہر تو شہر اب دیہات بھی رفتہ رفتہ جدید سہولیات سے آراستہ ہورہے ہیں لیکن رواداری اور بھائی چارگی اپنی آخری سانسیں لے رہی ہے، اخوت ومحبت، امن اور خوشحالی کا جنازہ نکل چکا ہے، بلکہ وہ دور جاہلیت عود کرآیا چاہتا ہے جسکی بیخ کنی کے لیے رسول رحمت ﷺ کو مبعوث کیا گیا تھا، جاہلیت، توہم پرستی، غارت گری دختر کشی، حق تلفی موجودہ دور جاہلیت کی منہ بولتی تصویر بن گیا ہے ایسے پرآشوب دور اور لادینیت زدہ ماحول میں پوری انسانیت مسیحائی و رہبری کی منتظر ہے، ان حالات میں ہمیں بس ایک شمع ایسی نظر آتی ہے جو اپنی کرنوں سے اس راہِ محبت میں چلنے والوں کی انگلی پکڑ کر انہیں منزل مقصود تک پہنچانے کی صلاحیت رکھتی ہے اور جس کی روشنی میں ہر انسان کے لئے دنیا ہی کا نہیں بلکہ آخرت کا بھی سامان نجات ہے، ایک ایسی چیز جس پر عمل کرنا آسان اور ایک ایسا سانچہ جس میں خود کو ڈھال لینا نہایت ممکن ہے، اور وہ حسین شمع یا زندگیوں کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرنے والا سانچہ "سیرت طیبہ" ہے، کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ انسانیت کا سب سے بڑا بھی خواہ اگر کوئی ہے تو وہ ذات رسالت مآب نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ فداہ ابی وامی کی ہے۔

اسباب و تدارک

(۱) امت مسلمہ کی بالعموم اور علماء دین کی بالخصوص یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اقوام عالم کی رہبری و امامت کا فریضہ انجام دیں جو کار نبوت کی تکمیل کے بعد ان کے سپرد ہے لہذا امت کو درپیش عصری چیلنجز چاہے وہ مذہبی یا سیاسی، معاشی ہوں یا معاشرتی ہر ایک کے اسباب وعلل کا جائزہ لے کر سیرت طیبہ کی روشنی میں ان کا حل و تدارک اور لائحہ عمل مرتب کرنا ہوگا۔

(۲) رسول رحمت ﷺ کے فضائل، شمائل اور خصائل کے علاوہ سیرت نبوی ﷺ کا جدید پہلوؤں سے مطالعہ کرنا، علمی، عملی، تحقیقی، تنقیدی، نقلی اور عقلی دلائل کی روشنی میں سیرت پر اٹھائے جانے والے سوالات

کے اخلاق و عادات کیا تھے؟ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ اپنے دوستوں کے مابین رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا معاملہ تھا؟ کفار اور منافقین سے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا رویہ تھا؟ ریاست مدینہ میں رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسی حکمرانی کی تھی؟ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت ورافت، محنت وشفقت، خشیت وانابت، شجاعت و امانت، صداقت وعدالت، جود وسخا، فراست ومتانت، ایثار وقربانی، احساس ذمہ داری، حلم وتواضع، صبر وتوکل، نیز گھریلو زندگی میں بہترین ساتھی، شفیق سردار، مساکین کے سرپرست، اسی طرح قومی وملی زندگی میں عدل وانصاف، فوجوں کی کمانڈری، انتظامات حکومت، رعایا پروری، سیاسی سوجھ بوجھ، دوستوں کی دلداری، دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک وہ عظیم اخلاق وکمالات کہ جس کی بنا پر رب العالمین نے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلق عظیم کے مرتبہ پر فائز کیا ان سے ہم نابلد نا آشنا ناواقف ہیں۔

ایک طرف قوم مسلم کی تباہ کن، گھمبیر اور نازک ترین صورتحال ہے تو وہیں دوسری طرف امت مسلمہ کو لاتعداد چیلنجز کا سامنا ہے۔ کفار چوری، سفاکی، چالاکی وبیباکی کے ساتھ اسلام کو مٹانے میں مصروف ہیں، ان کی سب سے بڑی حسرت یہ ہے کہ وہ ہماری نوجوان نسل کو دنیا کی زیب وزینت، مادی زندگی کا عیش وتنعم، بلا مواخذہ جسمانی لذتوں کے مواقع فراہم کرکے روحانی لذتوں سے بے بہرہ کردے۔ اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات وتعلیمات کی اصل روح کو مسخ کرکے مسلمانوں کے دلوں سے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا نقش مٹادیں چنانچہ اسلام دشمن محققین اور متعصب مستشرقین نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ سے متعلق شکوک وشبہات کو عام کیا، مادی سطح پر آپ کی شخصیت کو لوگوں کے سامنے پیش کیا، فضائل وکمالات کا انکار کیا، اور مقام نبوت، حقیقتِ نبوت اور وحی پر شکوک وشبہات پیدا کئے پھر کیا تھا کہ توہین رسالت کے مجرمین اور گستاخان رسول بین الاقوامی سطح پر رسول رحمت کی ذات گرامی پر اعتراضات کرنے لگے۔

دراصل اس کی وجہ ہم خود ہیں کہ مطالعہ سیرت نبوی اور اس کی حقیقی ضرورت واہمیت کا احساس ہمارے دلوں سے محو ہو گیا ہے، ہماری زندگیوں کی نہج کچھ ایسی بن گئی ہے کہ ہمیں اس اہم خلاء کا احساس بھی نہیں ہوتا جو ہماری زندگیوں میں مطالعہ سیرت کے فقدان یا کمی کی بناء پر پیدا ہو گیا ہے اور یہ وہ محرومی ہے جس کا ذمہ دار خود ہمارے اپنے سوا کوئی نہیں ہے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

کا جواب دینا ہوگا ساتھ ہی ساتھ اس پہلو کو اجاگر کرنا ہوگا کہ دینِ اسلام قرونِ اولیٰ ہی نہیں بلکہ ہر دور کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے اور مسائل کے حل اور پریشانیوں سے چھٹکارہ پانے کے لئے سیرتِ طیبہ کی طرف رجوع ہر دور کی ضرورت ہے۔

(۳) غیر مسلموں تک سیرت طیبہ کے اخلاقی وروحانی اورآفاقی پہلوؤں کو پہنچانے کے لئے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح اسلوب ومنہج اور حالات زمانہ کے مطابق ہر ہر زبان میں پیش کرنا ہوگا۔

(۳) عبادات اور شرعی احکام سے آگے بڑھ کر اجتماعی زندگی، سیاسی حکمت عملی اور دوسری اقوام کے ساتھ سلوک وتعلق کے معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کو سامنے رکھنا ہوگا۔

(۴) کتب سیرت بالخصوص قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری رحمہ اللہ کی رحمۃ للعالمین، علامہ شبلی نعمانیؒ کی کتاب سیرۃ النبی مولانا عبدالرؤف دانا پوری کی کتاب اصح السیر ،مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی خطباتِ مدارس ،مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمہ اللہ کی نبی رحمت، ڈاکٹر حمید اللہ حیدرآبادی کا سیرت پر لکھا گیا تمام لٹریچر، مولانا نظام الدین اسیر ادروی کی عہد رسالت غار حرا سے گنبد خضرا تک، مولانا عبدالقوی مدظلہ کی ذکر حبیب اور ان کے مآخذ ومراجع بالخصوص سیرت ابن ہشام، طبقات ابن سعد، دلائل النبوۃ، زاد المعاد، وغیرہ کو عام کرنا ہوگا۔

(۵) یقین رکھیں!! اگر آج دنیا مادی ترقی کے ساتھ ساتھ اخلاقی وروحانی ترقی چاہتی ہے اور وہ پرامن اور خوش حال زندگی کی خواہاں ہے تو اسے آج سے ساڑھے چودہ سال پیچھے مڑ کر دیکھنا ہوگا، بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح وشام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

(۶) ان سب کے علاوہ ہمیں پوری اہمیت کے ساتھ سیرت طیبہ کی روح کو سمجھنا ہوگا، اسے اپنے اخلاق واعمال میں شامل کرنا ہوگا اور عملی طور پر اسوہ حسنہ کو فروغ دینا ہوگا کہ جب تک ہماری زندگیاں سیرت طیبہ کے مطابق نہیں ہوں گی تب تک مادی ترقی کے تمام تر اسباب جمع ہونے کے باوجود ہم تنزلی ہی کا شکار رہیں گے۔

☆☆☆

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نصیحتیں

حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تین باتوں کے متعلق قسم کھاتا اور تم لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہوں، تم لوگ یاد رکھنا! پہلی بات یہ کہ کسی صدقہ یا خیرات کرنے والے کا مال صدقہ یا خیرات سے کبھی کم نہیں ہوتا۔ دوسری یہ کہ کوئی مظلوم ایسا نہیں کہ اس نے ظلم پر صبر کیا ہو اور اللہ تعالیٰ اس کی عزت نہ بڑھائیں۔ تیسری یہ کہ جو شخص اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے فقر ومحتاجی کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ چوتھی یہ بات یاد کرلو کہ دنیا چار قسم کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ (1) ایسا شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال اور علم دونوں دولتوں سے نوازا ہو اور وہ اس میں تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ (2) وہ شخص جسے علم تو دیا گیا لیکن دولت سے نہیں نوازا گیا، چنانچہ وہ صرف دل کے ساتھ اپنی اس تمنا کا اظہار کرتا ہے کہ کاش میرے پاس دولت ہوتی جس سے میں فلاں شخص کی طرح عمل کرتا ان دونوں شخصوں کے لئے برابر اجر وثواب ہے۔ (3) ایسا مالدار جو علم کی دولت سے محروم ہو اور اپنی دولت کو ناجائز کاموں پر خرچ کرے، وہ اس کے کمانے میں نہ اللہ کے خوف کو ملحوظ رکھے اور نہ اس سے صلہ رحمی کرے اور نہ ہی اس کی زکوٰۃ وغیرہ ادا کرے یہ شخص سب سے بدتر ہے۔ (4) ایسا شخص جس کے پاس نہ دولت ہے اور نہ علم، لیکن اس کی تمنا ہے کہ کاش میرے پاس دولت ہوتی تو میں فلاں کی طرح (ناجائز کاموں میں) خرچ کرتا، یہ شخص بھی اپنی نیت کا ذمہ دار ہے اور ان (آخری) دونوں کا گناہ بھی برابر ہے۔ (ترمذی)

اسٹینڈرڈ کلرز اینڈ کیمیکلز کارپوریشن
S-55 سائٹ، ہاکس بے روڈ، کراچی
فون نمبر: 021-32360055,56,57
UAN-11-11-PAINT

جناب سعود عثمانی صاحب

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ صبحِ منوّر مکّے کی ، وہ جگمگ رات مدینے کی
عمامہ سنہرے ریشم کا ، چادر نیلے پشمینے کی

صحرا سے ندا سی آتی ہے ، راتوں میں مجھ کو جگاتی ہے
یہ دل پر تھاپ کسی دَف کی ، یہ ہُوک کسی سازینے کی

ان اونچے ٹیلوں کے پیچھے کوئی ہجر کا نغمہ گاتا ہے
ہم ٹھنڈی ریت پہ بیٹھے ہیں ، میں اور یہ شب زرّینے کی

کل رات یکایک جاگ اٹھے کچھ منظر خفتہ یادوں کے
پھر خوشبو آئی قہوے کی ، پھر تیز مہک پودینے کی

میں جو اور دودھ پکاتا ہوں ، پھر ان میں شہد ملاتا ہوں
مرے دل سے رنج مٹاتی ہے ، تاثیر اسی تلبینے کی

اک عنبر صاع کھجوروں کا ، اک خوشہ سبز انگوروں کا
یہ سب یاقوت و زمرد ہیں ، دولت انمول خزینے کی

جو کی روٹی کا نوالہ ہے، اک برتن سرکے والا ہے
یہ دنیا قیمت کیا جانے مرے مملوکہ گنجینے کی

اک کوزہ مجھ کو بلاتا ہے ، جی بھر کے نبیذ پلاتا ہے
پھر پیاس مری بھڑکاتا ہے اک سیرابی میں جینے کی

ممکن ہے کہ اک دن یہ دونوں مرے ہاتھ پکڑ کر لے جائیں
یہ خواہش عجوہ کھانے کی ، یہ حسرت زمزم پینے کی

میں بئر اریس پہ بیٹھا ہوں ، پانی پر نقش ابھرتے ہیں
وہ نقرئی مہر انگوٹھی کی ، خاتم نقشین نگینے کی

اے خالق عظمت ابجد کے ، اے خالق نعت محمد کے
سکھلا دے لفظ سلیقے کے ، بتلا دے بات قرینے کی

ممکن ہے کہ دوسری دنیا کی تقویم میں بس اک ساعت ہو
اس ماہ ربیع الاول کی ، اس عالم ساز مہینے کی

تشکیک زدہ ان لوگوں میں ہم لوگ یقیں پروردہ ہیں
ہم آخری منزل جانتے ہیں اس نیلے گول سفینے کی

تھک ہار کے آخر جب تجھ تک آئے گی تو دنیا کردے گی
تائید سبھی اندازوں کی ، تصدیق ہر اک تخمینے کی

واللہ انہی کے کرم سے ہے ، لاریب انہی کے دم سے ہے
یہ ندرت میرے لفظوں میں ، یہ برکت میرے سینے کی

سرمایہ میرے اب و جد کا ، یہ ہیرا دینِ محمد کا
بس رب کی عطا اور محنت ہے نسلوں کے خون پسینے کی

شجرے کے آخری کونے پر اک نام سعودؔ بھی لکھا ہے
یہ پیڑھی نچلی سیڑھی ہے چودہ سو سالہ زینے کی

☆☆☆

صبح سے رات تک کی زندگی.... سنتوں کے مطابق بنانے کے لیے.... ایک قیمتی کتاب

اُسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

صرف 765/-

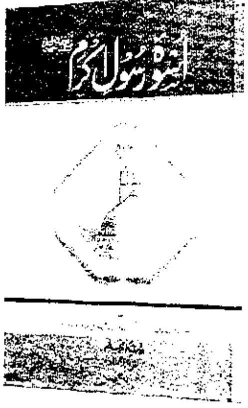

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے:

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو اور معاشرتی زندگی
- لباس و آرائش سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات
- ایمانیات، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صبح وشام کے معمولات، نکاح، ولادت مرض اور مریض سے متعلق آپ کی سنتیں

خود بھی مطالعہ کیجیے اور متعلقین کو تحفے میں دے کر کتاب دوست بنائیے۔

92-322-25

مہمانی کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں کھانے کھائے جائیں (مہمان بکثرت آئیں) اس گھر میں خیر اتنی تیزی سے پہنچتی ہے جس طرح چھری اونٹ کی کوہان میں تیزی سے جاتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

تشریح: صحابہ کرام جس طرح دوسرے کاموں میں فضائل کے حاصل کرنے میں بہت حریص تھے اسی طرح کسی مہمان کی میزبانی میں بھی سبقت کرنے کی کوشش کرتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب وفد عبدالقیس کے لوگ حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: اپنے بھائیوں کی خاطر مدارات کرو کیونکہ اپنی وضع قطع اور اسلام میں وہ تم لوگوں سے بہت مشابہ ہیں اور بغیر جبر و اکراہ کے اسلام لائے ہیں۔ انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں بڑی خوشی اور جذبے سے قبول کیا، صبح کو جب وہ لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے دریافت فرمایا کہ تمہارے بھائیوں نے تمہارے ساتھ کیسا برتاؤ کیا؟ تو وفد عبدالقیس کے لوگوں نے جواب دیا کہ یہ بڑے اچھے لوگ ہیں ہمارے لئے نرم بچھونے بچھائے، عمدہ کھانے کھلائے اور رات بھر قرآن وسنت کی تعلیم دیتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور جس جس نے رات کو جو کچھ سیکھا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ (مسند ابن حنبل)

شمیم احمد جیولرز

دکان نمبر: 10 علی سینٹر، بالمقابل مسلم کمرشل بینک، طارق روڈ، کراچی

فون: 9221-34532167، فیکس 922134537915+

جناب وفا مدراسی صاحب

غزہ کا خط

سنہرے رنگ کے گنبد کی برتری کے لئے
لکھا عریضہ خداوند کی خوشی کے لئے
شہیدِ ارضِ مقدس کی سروری کے لئے
حضورِ سرورِ عالم میں حاضری کے لئے

قدم سکوت میں ہیں اور زبان چپ چپ ہے
زمین رنج میں ہے آسمان چپ چپ ہے

حواس یکجا کئے ان کے در پہ آیا ہوں
نشانِ منبعِ نورِ سحر پہ آیا ہوں
گرفتِ جبر میں جکڑی گئی ہے نوعِ بشر
سو آستانۂ خیر البشر پہ آیا ہوں

نہیں ملا ہے مجھے گرچہ اذنِ گویائی
مگر جسارتِ غم مجھ میں رک نہیں پائی

سو روتے روتے کیا عرض یا رسول اللہ
ہے خوب آپ کی اہلِ غزہ کے دل پہ نگاہ
ملا ہے ارضِ فلسطیں کو صدمۂ جانکاہ
حضور آپ ہیں امت کے حال سے آگاہ

حضور خُلد کا دنبہ نہ لائے جبرائیل
حضور ہو گئے اب کے شہید اسماعیل

حضور چار طرف غم ہے اور بے حد ہے
حضور خطرۂ پیہم میں دیں کی سرحد ہے
حضور نعرۂ تکبیر کی دبی ہے صدا
زبانیں کٹ گئیں وہ جن پہ نامِ احمد ہے

حضور حشر ہے اور آپ کا سہارا ہے
حضور آپ کو کب یہ ستم گوارا ہے

حضور شاہِ عرب ہیں یہودیوں کے غلام
حضور خون سے رنگیں ہے سرزمینِ شام
حضور مصر ہے فرعون کے تسلط میں
حضور تُرک ہیں افرنگیوں کے زیرِ دام

حضور اہلِ مدینہ کی سرزنش کیجئے
حضور فکرِ محبت کی پرورش کیجئے

غزہ کا خط

حضور خون میں لت پت ہے ارضِ پاکستان
حضور دفن ہے سرحد پہ غیرتِ افغان
سو اب کے جانبِ فارس نظر اٹھائی تھی
کہ دے رہا تھا ہمیں اتحاد کا امکان

پر اب وہاں بھی ہے ہنیہ کا مشکبار لہو
امیدیں ختم ہیں لب گنگ ، آنکھ میں آنسو

حضور ہم کو بھی اقصیٰ کی باریابی ہو
حضور ارضِ مقدس کی بازیابی ہو
حضور خونِ شہیداں نہ رائیگاں جائے
حضور امتِ احمد کو کامیابی ہو

یہ سب حروفِ وفا ہیں ، حضور ایک نظر
حضور آپ خفا ہیں ، حضور ایک نظر

☆☆☆

سات آدمی اللہ کے سائے میں ہوں گے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کا سایہ نصیب ہوگا، جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا: انصاف کرنے والا حکمران، وہ نوجوان جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے نشونما پائی ہو، وہ شخص جو مسجد سے نکلتا ہے تو واپس مسجد جانے تک اس کا دل اسی میں لگا رہتا ہے، ایسے دو شخص جو آپس میں اللہ کے لئے محبت کرتے ہیں، اسی پر ملتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں، اور وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑیں، اور وہ شخص جسے حسین وجمیل اور حسب نسب والی عورت زنا کے لئے بلائے اور وہ یہ کہہ کر انکار کردے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، ایسا شخص جو اس طرح صدقہ کرتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ (ترمذی)

Vital Group of Companies

Head office

Eastern Product Pvt Limited

Plot no.50&56, vital office

Dist. Bahawalnagar.Pakistan

UAN: +92 63 111 037 037

FAX: +92 63 2253426

EMAIL: info@vitaltea.com.pk

WEB : www.vitaltea.com.pk

مولانا ڈاکٹر محمد حسان اشرف عثمانی صاحب

آپ کا سوال

قارئین صرف ایسے سوالات ارسال فرمائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے گریز فرمائیں.............................(ادارہ)

سوال: کیا کرسی پر بیٹھ کر تلاوت کرنے والے کے برابر بیٹھ کر تلاوت کرنا بے ادبی ہے؟

جواب: ادب کا مدار عرف پر ہوتا ہے عرف میں جس چیز کو بے ادبی سمجھا جائے وہ بے ادبی ہے اور جس چیز کو بے ادبی نہ سمجھا جائے وہ بے ادبی نہیں ہے، لہٰذا کرسی پر بیٹھ کر تلاوت کرنے والے شخص کے برابر نیچے بیٹھ کر تلاوت کرنے والا اگر دونوں ایک دوسرے کے اس قدر قریب ہوں کہ جس سے قرآن کریم اس کرسی سے نیچے محسوس ہوتو یہ بے ادبی ہے، ایسی صورت میں کرسی پر بیٹھنے والا اگر معذور ہے تو نیچے بیٹھنے والوں کو قدرے فاصلے سے بیٹھ کر تلاوت کرنی چاہئے تاکہ بے ادبی نہ ہو۔

سوال: کیا معذور شخص کے لئے پہلی صف میں کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: معذور شخص کے لئے پہلی صف میں کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے، البتہ اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ صف کے کنارے پر نماز پڑھے تاکہ درمیان میں کرسی رکھ کر نماز پڑھنے کی وجہ سے صف میں جو کچھ ٹیڑھا پن اور معمولی سا خلا پیدا ہوجاتا ہے وہ بھی نہ ہو۔

سوال: جو شخص زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہو کیا اس کے لئے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: جو شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو تو اس کے لئے بیٹھنے کی کوئی خاص ہیئت لازمی طور پر متعین نہیں بلکہ جس طرح سہولت ہو بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے چاہے زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھے یا کرسی پر دونوں طرح جائز ہے۔ (ماخذہ: کرسی پر نماز پڑھنے کے شرعی احکام: ص ۴۱)

☆☆☆

الحمدللہ دارالاشاعت کراچی سے طبع کردہ جدید کتب

حبیب الفتاویٰ جدید ترتیب تعلیق وتخریج مدلل ومکمل 8 حصص در 4 جلد

''مفتی حبیب اللہ قاسمی دامت برکاتہم'' کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے مدلل، مکمل، تعلیق وتخریج کے ساتھ۔ مفتی صاحب ''حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ'' کے شاگرد خاص بھی ہیں اور مجاز بیعت بھی اور ساتھ ہی ''حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری رحمہ اللہ نے بھی خلافت عطافرمائی۔'' جامعہ اسلامیہ دارالعلوم اعظم گڑھ انڈیا'' کے صدر مفتی وشیخ الحدیث کے منصب کی ذمہ داریاں بھی ادافرمارہے ہیں مفتیان کرام واکابرین کی آراشامل ہیں 5000

حوادث الفتاویٰ یعنی جدید مسائل اوران کا حل

مفتی حبیب اللہ قاسمی کی تصانیف اور فتاویٰ کو نامور مفتیان کرام اور علماء کرام نے بہت پسند فرمایا۔ آپ کی تصانیف میں سے دو جلدوں پر مشتمل کتاب بنام ''حوادث الفتاویٰ'' پیش خدمت ہے۔ قدیم مسائل کے ساتھ جدید مسائل کا حل بھی بڑی تفصیل سے تحریر فرمایا 1650

تحقیقات فقہیہ مکمل ومدلل

اسلامی فقہی ادارے، اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی، ادارة المباحث الفقہیہ دہلی سے جو جدید مسائل وموضوعات پر سوالات مفتی حبیب اللہ صاحب کے پاس آتے رہے ان کے مفصل جواب وتحقیقات مقالہ جات کا مجموعہ ہے 1650

نوازل الفقہ 6 جلد نئے فقہی مسائل کا مستند اور مدلل مجموعہ جناب مولانا مفتی اختر عادل صاحب قاسمی

فقہی موضوعات پر مختلف اداروں اجتماعات وسیمیناروں میں لکھے گئے مقالات کا مجموعہ جسے مولانا ارشد مدنی ومولانا ابوالقاسم نعمانی اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے پسند فرمایا 5800

وضو اور نماز کی عملی مشق حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

''وضو اور نماز کی عملی مشق'' وضو، غسل، تیمم اور نماز وغیرہ کے مسائل واحکام، نیز ہر عمل کو سنت کے مطابق انجام دینے کا عملی طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ مسائل فقہ کی مستند کتابوں سے باحوالہ اخذ کیے گئے۔ الحمدللہ بہت نافع اور عام فہم ہے 550

انوار المشکوٰۃ 4 جلد کامل حضرت شیخ یونس نور اللہ مرقدہ حافظہ چونکہ غضب کا تھا بہت مختصر اور خلاصہ پیش فرماتے تھے۔ مذاہب ودلائل کو انتہائی مرتب انداز میں بیان فرماتے تھے۔ لغو وحشو وزائد سے پاک مدلل علمی گفتگو، وہ مفسر بھی ہیں، فقیہ بھی ہیں، محدث بھی ہیں، اصولی بھی، لغوی بھی ہیں، ماہر صرف ونحو بھی، محقق بھی ہیں، مجتہد بھی 5500

قوت الاخیار شرح اردو **نور الانوار** مع اعراب

مجلد حصہ اول، دوم 1880 مجلد حصہ سوم، چہارم 820

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی حضرت مولانا اسلام الحق سعدی مظاہری

فیض سبحانی شرح اردو **حسامی** مع اعراب

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی 1620

تکمیل الامانی شرح اردو **مختصر المعانی** مع اعراب

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی 1800

التسہیل السامی فی **حل شرح الجامی** مع اعراب

عارف باللہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحبؒ 1360

تقریب التہذیب شرح **شرح تہذیب**

مفتی حبیب اللہ صاحب کی تقریب التہذیب شرح شرح تہذیب۔ مفصل شرح ہے مطالعہ سے جو فنی گہرائی اس میں ملے گی، امید ہے شارح کو دعا دیں گے۔

متن پر اعراب لگادیے گئے 950

آسان سراجی یعنی **کتاب الفرائض** مفتی سید محمد سلمان منصور پوری 660

تحفۃ الطمان فی الفاظ قرآن قرآن کریم کے 3000 الفاظ کے لغوی نحوی اور صرفی تحقیق جس سے ترجمہ قرآن کے طلبا فیضیاب ہونگے مفتی محمد اصغر قاسمی شیخ الحدیث 1500

الرحمۃ الواسعۃ فی حل البلاغۃ الواضحۃ

مولانا حفظ الرحمٰن پالن پوری 980

تکمیل الادب اردو ترجمہ وشرح **نفحۃ العرب**

مولانا اعزاز علی مع مصلح الدین قاسمی صاحب دورنگ طباعت، اعلیٰ جلد 1360

دارالعلوم دیوبند کی جامع مختصر تاریخ پہلی مرتبہ 150 سالہ تاریخ مولانا محمد اللہ اعلیٰ کاغذ مجلد 2500

تحفۃ الفکر شرح **نخبۃ الفکر** نصاب میں شامل مفصل شرح مفتی محمد شاہد قاسمی آسان وسلیس حل 960

دارالاشاعت اردو بازار کراچی فون:021-32213768 فہرست مفت طلب فرمائیں / لائبریریاں بھی رجوع کریں فیکس وفون:021-32631861 E-mail: ishaat@cyber.net.pk

مولانا راحت علی ہاشمی صاحب

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب و روز

تعلیمی سرگرمیاں

بفضلہ تعالیٰ جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبۂ درس نظامی وتخصصات اور دارالقرآن کے رواں تعلیمی سال ۱۴۴۶ھ کے تعلیمی سال کے سہ ماہی امتحانات کا سلسلہ بخیر وخوبی پورا ہوا اور بروز ہفتہ ۱۱رصفر الخیر ۱۴۴۶ھ سے اسباق کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ بقیہ تعلیمی سال بھی صدق واخلاص محنت ورغبت کے ساتھ پورا کرادیں اور طلبہ وطالبات کی علمی وعملی صلاحیتوں کو پروان چڑھائیں اور علمی امانتوں کو نئی نسل تک منتقل کرنے کا فریضہ ادا کرادیں۔ آمین ثم آمین

اتحاد تنظیمات مدارس کا اجلاس

جامعہ دارالعلوم کراچی میں پاکستان کے مختلف مکاتب فکر کے جامعات مدارس کے مشترکہ وفاق (بورڈ) اتحاد تنظیمات مدارس کا ایک اہم اجلاس، صدر اتحاد تنظیمات مدارس رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی صدارت میں بتاریخ ۳۰رجولائی ۲۰۲۴ء مطابق ۲۳رذوالحجہ ۱۴۴۶ھ منعقد ہوا، جس میں تمام وفاقوں کے مرکزی عہدے داران تشریف لائے اور اہم مسائل پر مشاورت ہوئی اور ضروری فیصلے کئے گئے۔

جلسہ یوم آزادی

رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی کی ہدایت پر حسب سابق ۱۴راگست کو یوم آزادی کی مناسبت سے طلبہ کی فکری تربیت اور پاکستان میں اسلامی قانون کے نفاذ

اور ملک کے استحکام کی ضرورت اجاگر کرنے کے لئے ایک تقریب بروز بدھ ۸ رصفر ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۴ راگست ۲۰۲۴ء کو جامعہ دارالعلوم کراچی میں منعقد ہوئی، جس کے دو حصے تھے، پہلا حصہ بعد نماز فجر تھا جس میں اساتذہ کرام اور طلبہ اشراق تک ذکر وتلاوت میں مشغول رہے اور پھر حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم نے دعا فرمائی۔

دوسرا حصہ ناشتہ کے وقفے کے بعد آٹھ بجے شروع ہوا جس میں حسب نظم، طلبہ نے تلاوت، نظمیں اور ملی ترانے پیش کئے اور مدرسہ ابتدائیہ وثانویہ، دارالقرآن، شعبہ درس نظامی کے طلبہ نے پریڈ کا مظاہرہ کیا اور پھر حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم کا بصیرت افروز خطاب ہوا جس کے بعد پرچم کشائی کی گئی اور قومی ترانہ پڑھا گیا اور دعا کے ساتھ یہ تقریب اختتام کو پہونچی۔

مولانا بدخشانی کی رحلت اور تدفین

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب قدس سرہ اور حضرت مولانا نوراحمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے داماد جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے شیخ الحدیث یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد انور بدخشانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۷ رصفر ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۳ راگست منگل کے روز رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی نماز جنازہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ (علامہ بنوری ٹاؤن کراچی) میں صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی اقتداء میں بعد نماز ظہر ادا کی گئی جس میں اکابر علماء ومشائخ اور حضرت کے متعلقین وتلامذہ اور دیگر جامعات ومدارس کے اساتذہ ومہتممین حضرات کے علاوہ علماء سے محبت رکھنے والے بے شمار افرد نے شرکت کی۔

بعد ازاں ان کا جنازہ جامعہ دارالعلوم کراچی لایا گیا اور یہاں کے جدید قبرستان میں تدفین ہوئی۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی کامل مغفرت فرمائیں اور ان کی علمی دینی تصنیفی وروحانی خدمات کو شرف قبول عطافرمائیں اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے مالا مال فرمائیں۔ (آمین) قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم کا سفر ترکی

۲۷/محرم الحرام ۱۴۴۶ھ/ ۳/اگست ۲۰۲۴ء: رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اپنے صاحبزادے مولانا ڈاکٹر عمران اشرف عثمانی صاحب نائب صدر دارالعلوم کے ساتھ کراچی سے استنبول (ترکی) کے سفر پر روانہ ہوئے جہاں آپ نے دورۃ الشیخ حسن آفندی کے تحت صحیح مسلم کی روایت واجازت کی ایک عالمی محفل میں شرکت فرمائی اور صحیح مسلم کی خصوصیات اور قضیۂ فلسطین کے سلسلے میں علماء امت کے فرائض پہ عربی میں خطاب فرمایا۔ نیز نوجوانوں کی ایک تنظیم سے اسلامی مالیاتی نظام کے موضوع پر اسکردارہ ایک ہال میں مفصل انگریزی لیکچر دیا جس میں استنبول کی متعدد یونیورسٹیوں کے اساتذہ، طلبہ اور وائس چانسلر شریک تھے اور ان کے سوالات کے جوابات دیئے۔ ۲۹/محرم الحرام کو بخیر وعافیت وہاں سے واپسی ہوئی۔

۱۰/صفر المظفر ۱۴۴۶ھ/ ۱۶/اگست ۲۰۲۴ء: رئیس الجامعہ دامت برکاتہم دوحہ (قطر) تشریف لے گئے جہاں آپ نے حماس کے سربراہ جناب اسماعیل ھنیہ کی شہادت پر، ان کے صاحبزادوں سے اور اپنی اہلیہ کے ذریعے ان کی اہلیہ اور صاحبزادیوں سے تعزیت کی اور جناب خالد مشعل صاحب سے بھی ملاقات فرمائی، اس کے بعد وہاں سے استنبول روانہ ہوئے جہاں شہر پینچہ میں ایوفی کی مجلس شرعی کی ۱۲/صفر سے ۱۷/ تک صدارت فرمائی اور ۱۹/صفر کو براستہ دوحہ واپس تشریف لے آئے۔

☆☆☆

ابو معاذ

نقد و تبصرہ

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیے

تبصرہ نگار کا مؤلف کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

نام کتاب .... قواعد علوم الحدیث ترجمہ تیسیر مصطلح الحدیث

نام مؤلف .... ڈاکٹر محمود طحان حفظہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ، تعلیق وتخریج .... مفتی ارشاد الرحمن المعتصم صاحب

صفحات .... ۵۶۶ صفحات، مناسب طباعت۔ قیمت: درج نہیں

ناشر ..... مکتبہ پیر باجوڑ 0308-3964606

"تیسیر مصطلح الحدیث" شام کے مشہور عالم ڈاکٹر محمود طحان حفظہ اللہ تعالیٰ کی وہ معروف ومتداول کتاب ہے جو انہوں نے جامعۃ الامام ریاض میں تدریس کے دوران تالیف فرمائی، اس کتاب میں فاضل مؤلف نے مقدمہ ابن الصلاح، تقریب النواوی اور تدریب الراوی کے مباحث عام فہم اسلوب میں درج فرمائے ہیں جس کی وجہ سے یہ کتاب اہل علم کے ہاں بہت مقبول ہوئی مختلف جامعات اور مدارس ومعاہد میں شامل نصاب کی گئی اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے کئے گئے۔

اردو میں بھی اس کے متعدد ترجمے ہوئے جن میں سے بعض تراجم معیاری نہیں تھے، اس لئے محترم جناب مفتی ارشاد الرحمن المعتصم صاحب زید مجدہ کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اس کتاب کا بامحاورہ اور سلیس ترجمہ کیا جائے، مفید تعلیقات اور تخریجات کا بھی اضافہ کیا جائے، حضرات محدثین کے منہج کے ساتھ فقیہانہ اسلوب بھی بیان کیا جائے، موقع ومحل کے مطابق فقہاء احناف کے بیان کردہ فنی قواعد واصول بھی ذکر کئے جائیں تاکہ طلبہ دونوں مکاتب فکر کے بنیادی قواعد سے واقف ہوسکیں۔

کتاب کے ترجمے اور تعلیقات کو دیکھنے سے اندازہ ہوا کہ ماشاء اللہ فاضل مترجم مذکورہ اہداف کو حاصل کرنے میں کامیاب رہے ہیں، تخریج و تحقیق، مصادر اصلیہ کی نشاندہی اور رواۃ، اعلام کے حوالے سے گرانقدر معلومات حاشیے میں تحریر کی گئی ہیں جن کی بناء پر یہ ترجمہ بجاطور پر دیگر تراجم پر فوقیت رکھتا ہے۔

مولائے کریم اس اہم کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور حدیث واصولِ حدیث کے طلبہ کو اس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (ابومعاذ)

نام کتاب ....انوارِ انوری (تذکرہ وعلمی کمالات خاتم المحدثین امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ)

نام مؤلف ....حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ

ضخامت ...... ۵۹۲ صفحات، مناسب طباعت۔ قیمت: درج نہیں

ناشر ......محمد راشد انوری۔ 03002421646

امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اور علمی کمالات پر مشتمل کتاب "انوارِ انوری" حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری (فیصل آبادی) رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے جو ۲۹ رشوال ۱۳۸۷ھ مطابق ۳۰ رجنوری ۱۹۶۸ء کو شائع ہوئی تھی، اس کتاب میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہ علوم ومعارف بیان کئے گئے ہیں جو دیگر کتب میں دستیاب نہیں ہیں، یہ کتاب عرصہ دراز سے نایاب تھی، اکابر علماء کرام اور مشائخ عظام اس اہم کتاب کی تلاش میں تھے اور اس کی طباعت نو کے منتظر تھے، ان حضرات کی طلب اور جستجو کے پیش نظر جناب محمد راشد انوری صاحب نبیرہ حضرت انوری صاحب اور جناب ڈاکٹر عمران فاروق کی توجہ ومحنت سے الحمدللہ یہ کتاب دوبارہ زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آگئی ہے، اس ایڈیشن میں قرآنی آیات واحادیث طیبہ اور عربی عبارات پر اعراب لگاکر ترجمہ اور تخریج کا اہتمام کیا گیا ہے، فارسی اشعار وعبارات کا ترجمہ بھی کردیا گیا ہے اور مشکل الفاظ کی تسہیل کردی گئی ہے، کتاب میں جن شخصیات کا تذکرہ آیا ہے ان کے حالات حاشیہ میں لکھنے کے بجائے ہر ہر شخصیت پر نمبر لگاکر مختصر حالات کتاب کے آخر میں درج کردیئے گئے ہیں، اس لحاظ سے کتاب کی افادیت وجامعیت میں اضافہ ہوگیا ہے۔ جن جن حضرات نے اس کی ازسرنو اشاعت میں حصہ لیا اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اہل علم کو حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے ان علمی کمالات وافادات سے بہرہ ور ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (ابومعاذ)

☆☆☆

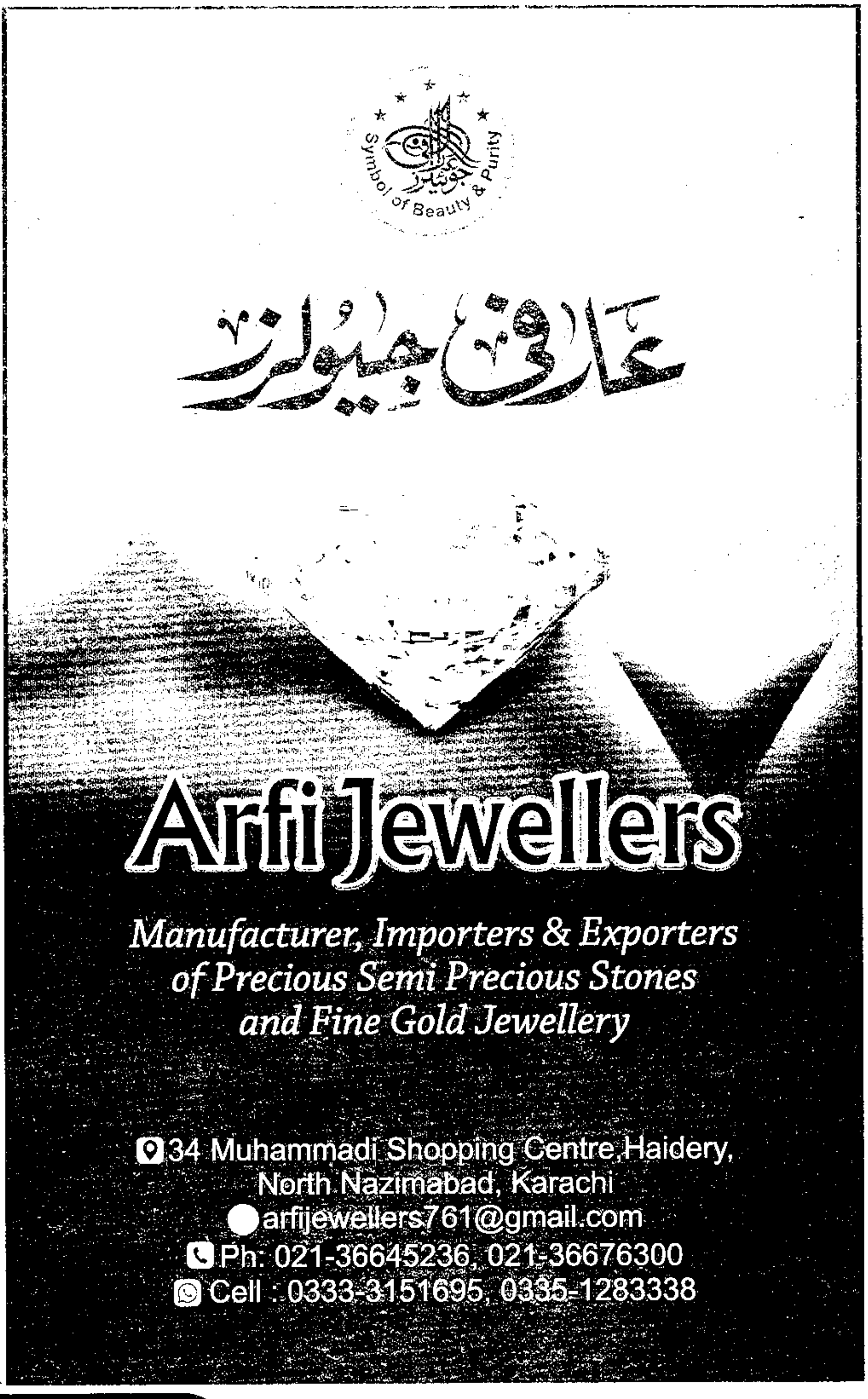
Symbol of Beauty & Purity
عارفی جیولرز
Arfi Jewellers
Manufacturer, Importers & Exporters
of Precious Semi Precious Stones
and Fine Gold Jewellery
34 Muhammadi Shopping Centre, Haidery,
North Nazimabad, Karachi
arfijewellers761@gmail.com
Ph: 021-36645236, 021-36676300
Cell : 0333-3151695, 0335-1283338